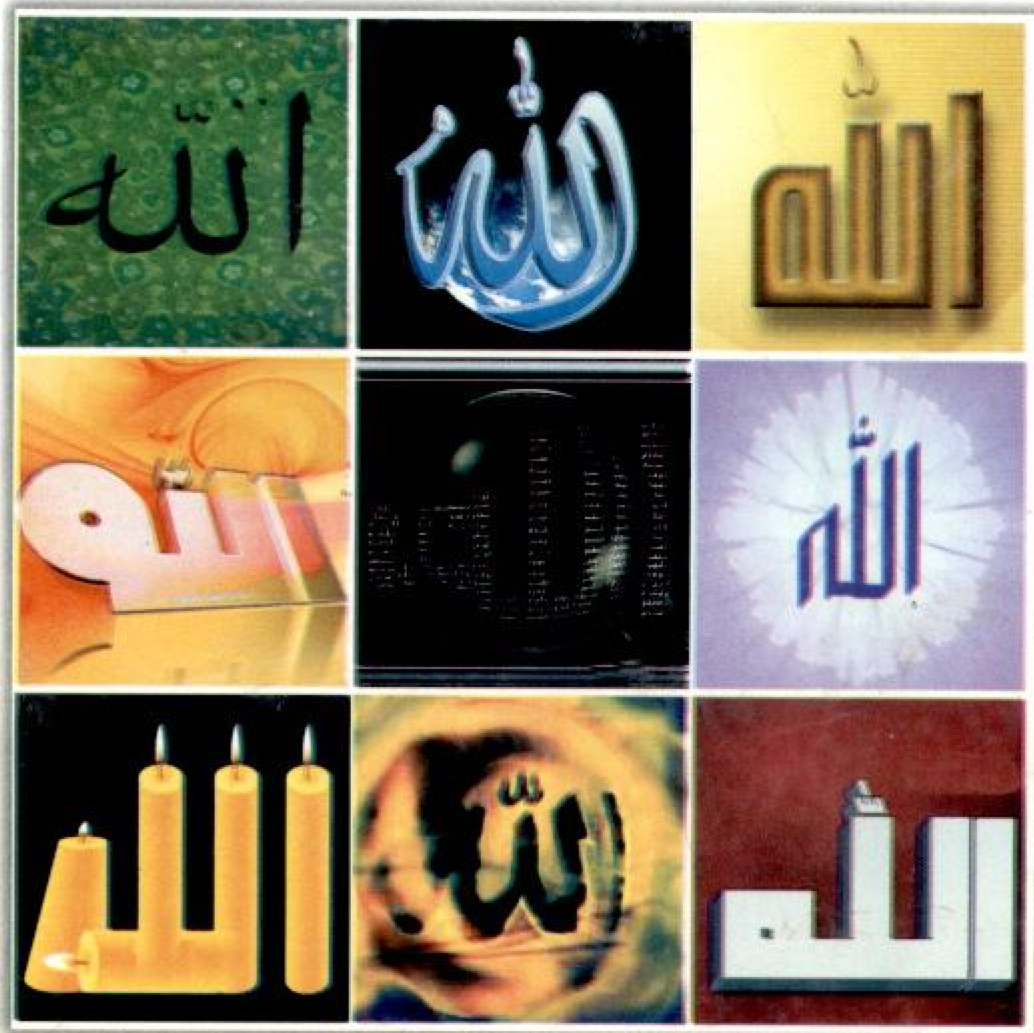
وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ○

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے

محبّتِ الٰہی



پیرِ طریقت رہبرِ شریعت مفکرِ اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت الٰہی

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت مفکرِ اسلام

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ



شعبہ تحقیق و تصنیف

دار المطالعہ

بالمقابل جامع مسجد اللہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاول پور (پاکستان) ☎ 062-2442059

E.Mail:darulmutaliah@yahoo.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... محبت الٰہی

تالیف .... حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

اہتمام .... محمد عابد شریف

ناشر

شعبہ تحقیق و تصنیف

دار المطالعہ

بالمقابل جامع مسجد گلزار مدینہ والی حاصل پور شہر ضلع بہاولپور پاکستان

گزارش

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کیلئے ہم بے حد شکرگزار ہوں گے۔ (ادارہ ناشر)

مکتبۃ الفقیر 223 سنت پورہ فیصل آباد

ملنے کے دیگر پتے

- مکتبہ رحمانیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
- عظیم اینڈ سنز معراج سنٹر اردو بازار لاہور
- ادارہ اسلامیات انار کلی بازار لاہور
- اقبال بک سنٹر صدر کراچی
- کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
- مکتبہ عارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
- ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
- اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- کتابستان شاہی بازار بہاول پور
- بیت الکتب گلشن اقبال کراچی
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- دار الاشاعت اردو بازار کراچی
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

عرض فقیر

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

اللہ تبارک و تعالیٰ جس سے چاہتے ہیں دین کا کام لے لیتے ہیں ہمارے پیرو مرشد حضرت مولانا حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم کو دین عالمی کی محنت میں دور دراز ملکوں میں جانے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور اندرون ملک اور مختلف ممالک میں اتنی زیادہ مصروفیت کے باوجود تصنیف و تالیف میں حضرت والا کا یہ کام آپ کی کرامتوں میں سے ایک کھلی کرامت ہے۔ جیسے لوگ آپ کی زیارت، آپ کے بیانات اور آپ کی روحانی توجہات سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ایسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تحریر میں بھی زبردست اثر رکھا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ صفحات والی کتاب نہیں خرید سکتے ہم خدام کی یہ تمنا ہے کہ ان تک بھی اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت پہنچ جائے۔ ایک سفر میں حضرت اقدس کی خدمت میں بندہ نے اشاعت کی درخواست فرما کر اجازت چاہی جسے حضرت دامت برکاتہم نے انتہائی شفقت فرماتے ہوئے قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان ہمارے حضرت اقدس دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

پڑھنے والے احباب ہم خدام کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جس کے پاس
خود اس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھار

والسلام

فقیر عبدالوھاب شاہ صاحب بخاری مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت الٰھی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

تعین اوّل:

حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: كُنْتُ كَنْزًا مُخْفِيًّا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ پس میں نے مخلوق کو پیدا فرمادیا۔ یعنی مخلوق کو پیدا کرنے کا جو چیز ذریعہ بنی وہ محبت تھی۔ گویا تعین اول تعین حبی ہے۔

اللہ کی پسند:

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اب چاہتے کیا ہیں؟ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ کہا ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔ یہ میرے ایسے بندے بن کر رہیں کہ ان کے دل میری محبت سے لبریز ہوں، ان کے دلوں پر میری محبت چھائی ہوئی ہو۔ یعنی ان کے دلوں میں اللہ آیا ہوا ہو، ان کے دلوں میں اللہ سمایا ہوا ہو، بلکہ ان کے دلوں پر اللہ چھایا ہوا ہو۔

کامل مومن کی نشانی:

انسان کے جسم کے ہر عضو کا کوئی نہ کوئی کام ہے۔ آنکھ کا کام ہے دیکھنا، کان کا کام ہے سننا، زبان کا کام ہے بولنا اور دل کا کام ہے محبت کرنا۔ دل یا تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا یا پھر مخلوق سے۔ اس کے دل میں یا تو آخرت کی محبت ہوگی یا پھر دنیا کی۔ آخرت کی محبت سے دل میں نیکی کا شوق پیدا ہوتا ہے جب کہ دنیا کی محبت کے بارے میں حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ مشائخ کرام نے اس کی آگے پھر تفصیل بیان کر دی کہ وَتَرْکُھَا مِفْتَاحُ کُلِّ فَضِیْلَۃٍ اس کا ترک کر دینا ہر ایک فضیلت کی کنجی ہے دنیا کی محبت کا دل سے نکل جانا اور پروردگار کی محبت کا دل میں سما جانا کامل مومن ہونے کی نشانی ہے۔

صفات اور صاحب صفات سے اللہ تعالیٰ کی محبت:

قرآن پاک میں مومنین کی کچھ صفات بیان کی گئی ہیں۔ جو اللہ رب العزت کو اتنی پسندیدہ ہیں کہ مولا کریم نے ان صفات والے بندوں کے بارے میں اعلان فرما دیا کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ مثلاً وَاَحْسِنُوْا تم نیکی کرو، نیکوکار بن جاؤ۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ بے شک اللہ رب العزت نیکوکاروں سے محبت فرماتے ہیں۔ ﴿وَیُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ﴾ اور اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ بیشک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ رب العزت کو ان صفات سے محبت ہے۔

جس انسان میں یہ صفات آ جائیں گی وہ انسان بھی اللہ رب العزت کا محبوب بن جائے گا۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام صفات کے جامع تھے۔ یہ کمالات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نقطۂ کمال تک موجود تھے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے محبوب بنے۔

اسی طرح آج بھی ان صفات کو پیدا کرنے کیلئے جو بندہ محنت کرے گا اللہ رب العزت اس بندے سے بھی محبت فرمائیں گے۔ رنگ کا گورا ہو یا کالا عجم کا ہو یا عرب کا، پرودگار کی نظر میں کوئی فرق نہیں۔ وہاں تو دل کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ نام بلال رضی اللہ عنہ ہے ہونٹ موٹے ہیں، شکل انوکھی ہے، رنگ کا کالا ہے، مگر دل کی محبت الٰہی سے لبریز ہے۔ اس محبت کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں کہ اور پاؤں کی چاپ (آواز) جنت میں سنائی دیتی ہے۔ اللہ اکبر۔

ایک مستند دلیل:

وہاں تو محبت مطلوب ہے۔ اس کی اس بڑی دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو شرک سے نفرت ہے۔ جس کے بارے میں اپنے محبوب تک کو خطاب فرمادیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ﴾ اگر آپ بھی شرک کریں گے۔ ﴿لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ آپ کے کئے ہوئے عملوں کو ہم ضائع کردیں گے۔ چونکہ صفات سے اللہ رب العزت کو محبت ہے اس لئے اگر وہ صفات نکل جائیں گی اور انسان کے اندر ان کی ضد آجائے گی تو اللہ رب العزت کو ایسے بندے ناپسند ہوں گے۔ لہٰذا اگر بندہ چاہے کہ اللہ رب العزت کی نظر میں محبوب بن جائے تو اسے اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی بندوں سے محبت:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ہر سنت سے محبوبیت کی ایک مقدار بندھی ہوئی ہے۔ جس سنت پر عمل ہوگیا، اتنی محبوبیت بڑھ گئی۔ حتیٰ کہ سر کے بالوں سے لے کر ناخنوں تک جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا وہ سارے کا سارا انسان اللہ کی نظر میں محبوب بن گیا۔ اب یہ معاملہ ہم پر ہے کہ ہم کتنی سنتوں کو اپناتے ہیں اور اللہ رب العزت کی نظر میں محبوب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا، قُلْ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو فَاتَّبِعُوْنِیْ تم میری اتباع

کرو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ رب العزت تم سے محبت فرمائیں گے۔

دلائل سے وضاحت:

کوئی آدمی کہہ سکتا ہے کہ جی کیا دلیل ہے کہ بندوں سے اللہ رب العزت کو محبت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان بھی ہے، کریم بھی ہے۔ اللہ کی سو صفات ہیں مگر یہ دلیل کہاں کہ اللہ رب العزت کو محبت ہے؟ اس کے بارے میں علمائے کرام نے دلائل لکھے ہیں۔ ایک موٹی سی دلیل جو عام بندے کی سمجھ میں آسکتی ہے یہ دی کہ جب کسی سے بندے کو محبت ہو تو بندہ اپنے محبوب کو جو مرضی آئے دیتا ہے اور خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو وہ اسے تھوڑا ہی سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں تو کچھ اور بھی کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ محبت جو ہوتی ہے اور اگر محبوب تھوڑا سا کچھ اسے دے دے تو وہ اسے بہت زیادہ سمجھتا ہے پھولے نہیں سماتا کہ محبوب نے مجھے تحفہ اور ہدیہ بھیجا ہے۔ اسی اصول کو قرآن میں دیکھئے اللہ رب العزت نے بندوں کو دنیا کی ہزاروں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں مگر ان تمام نعمتوں کو سامنے رکھ کر فرمایا قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کی متاع تو تھوڑی سی ہے مگر جب اس کے بندے نے اپنے پروردگار کو لیٹے یا بیٹھے تھوڑی دیر کیلئے یاد کیا۔ عمل اگرچہ تھوڑا سا تھا، چند ساعت کا عمل یا سو پچاس سال کی زندگی کا عمل مگر چونکہ محبوب کی طرف سے عمل ہوا تھا، اس لئے ارشاد ہوا: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اذْکُرُوْا اللّٰہِ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ سبحان اللہ! جو محبوب نے عمل کیا اس کیلئے کثیر کا لفظ استعمال فرمایا اور جو خود عطا فرمایا اس کیلئے قلیل کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ رب العزت کو اپنے بندوں سے محبت ہے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ رب العزت نے اس محبت کا اظہار کر دیا ہے، فرمایا اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ حالانکہ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ جنہوں نے کلمہ پڑھا وہ اللہ کے دوست ہیں، حق بھی یہی بنتا تھا۔ مگر نہیں، محبت کا تقاضا کچھ اور تھا۔ اسی لئے اس نسبت کو اپنی طرف کیا۔ سبحان اللہ! کیا کریمی ہے اس پروردگار کی

!اس بندے کی کتنی ہمت بندھائی کہ اس نے کلمہ پڑھ کر تصدیق کی اور پروردگار نے محبت کا اعلان فرما دیا۔ سبحان اللہ۔

کفار سے محبت کرنے کی مذمت:

اللہ تعالیٰ کو ایمان کے ساتھ ذاتی محبت ہے اور کفر کے ساتھ ذاتی عداوت ہے۔ لہٰذا جو کوئی آدمی کفار کے طریقے کو پسند کرے گا اس کے بارے میں فرمایا "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا ہم اسی قوم سے اس کو اٹھائیں گے۔ جو کفار کے رسم و رواج، عادات، لباس یا کسی اور چیز بھی محبت کرے گا گویا وہ اللہ رب العزت کی محبت سے محروم ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ ہندوؤں کی دیوالی کا دن تھا۔ ہندو لوگ دکانوں مکانوں اور انسانوں پر رنگوں چھڑکاؤ کر رہے تھے ایک بوڑھا مسلمان کسی گدھے کے پاس گزرا تو گدھے پر پان والی تھوک پھینک کر کہا، تجھے ہندوؤں نے رنگین نہیں کیا، لو میں تمہیں رنگ دیتا ہوں، وہ جب بڑے میاں فوت ہوئے تو کسی کو خواب میں ملے۔ حال پوچھنے پر کہا میں سخت عذاب میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو کفار کے ساتھ میری اتنی سے مشابہت بھی پسند نہ آئی۔ اللہ اکبر۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی بدل نہیں:

دنیا کی ہر چیز کا بدل ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا بدل تو امکان سے بھی خارج ہے۔ شاعر نے کہا:

لِكُلِّ شَيْءٍ إِذَا فَارَقْتَهُ عِوَضٌ
وَلَيْسَ لِلّٰهِ إِنْ فَارَقْتَ مِنْهُ عِوَض

دنیا کی کسی بھی چیز سے تو جدا ہوا تو تیرے لئے بدل ہوگا اگر تو اللہ تعالیٰ سے جدا ہو گیا تو تیرے لئے کوئی بدل ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی دو بڑی وجوہات:

اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں کیوں ہونی چاہیے؟ اس کی کوئی وجوہات ہیں جن میں سے دو بڑی وجوہات بہت بڑی ہیں۔

پہلی وجہ:

ایک تو یہ کہ عام دستور ہے کہ بندے کے اوپر جس کی مہربانیاں۔ اور عنایات ہوں وہ اپنے محسن کا ممنون ہوتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔ میرے دوستو! ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ذرا شمار تو کرے دیکھیں مگر وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ تُحْصُوْهَا لَاتُحْصُوْهَا کے مصداق ایک ہی نتیجہ نکلے گا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گن ہی نہیں سکتے آپ سوچیے تو سہی کہ کوئی آدمی بارش کے قطروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ سارے سمندروں کے پانی کے قطروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ سارے دنیا کے درختوں کے پتوں کے گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ آسمان کے ستاروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ تاہم یہ عاجز ذمہ داری کے ساتھ عرض کر رہا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ آسمان کے ستاروں کو گن لیا جائے ، یہ ممکن ہے کہ دنیا کے سمندروں کے پانی کے قطروں کو گن لیا جائے لیکن میرے دوستو اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا انسان کیلئے ممکن نہیں ہے۔ اگر وہ پروردگار بینائی عطا نہ کرتے تو ہم نابینا ہوتے ، اگر وہ گویائی نہ عطا فرماتے تو ہم گونگے ہوتے ، اگر سماعت نہ عطا کرتے تو بہرے ہوتے ، اگر وہ پاؤں عطا نہ کرتے تو ہم لنگڑے ہوتے ، ہم لولے ہوتے ، اگر وہ صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے ، اگر وہ مال نہ دیتے تو ہم غریب ہوتے ، اگر وہ عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے ، اگر وہ اولاد نہ دیتے تو ہم لاولد ہوتے ، اگر وہ سکون نہ دیتے تو ہم پریشان ہوتے۔

میرے دوستو! یہ پروردگار کی نعمتیں ہی تو ہیں کہ ہم عزت بھری زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ کوئی ہمارا کمال ہے؟ نہیں ، یہ کمال والے کا کمال ہے۔ اگر وہ کسی کی حقیقت ظاہر

کر دے تو ہم میں تو کوئی ناپ تول کے قابل نہیں ہے۔کون ہے جو اپنے محاسبہ کیلئے پیش کر سکے۔ایک بزرگ نے اکمال الشیم میں ایک بات لکھی ہے۔وہ سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔فرمایا اے دوست! جس نے تعریف کی اس نے درحقیقت تیرے پروردگار کی ستاری کی تعریف کی جس نے اپنی رحمت کی چادر سے چھپایا ہوا ہے۔ تو چونکہ عام دستور کے مطابق انسان اپنے محسن سے محبت کریں۔کہتے ہیں ناں ''جس کا کھایئے اس کے گن گایئے'' اسلیئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اللہ رب العزت کی یاد دل میں رکھیں اور اسی کے حکموں کے مطابق زندگی گزاریں۔

دوسری وجہ:

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ قادر مطلق اور فاعل حقیقی وہی ذات ہے۔وہی فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے ہونا تو وہی ہے جو وہ چاہے گا۔کیا نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام چاہتے ہیں کہ میرا بیٹا بچ جائے، اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہیں۔غرق ہو گیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام قربانی دینے کیلیئے تیار ہیں فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ۔باپ نے بیٹے کو لٹایا، چھری اوپر رکھ کر پھیرنا چاہتے ہیں، باپ ذبح کرنا چاہتا ہے اور بیٹا ذبح ہونا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے لہٰذا بیٹے کی بجائے اور کوئی جانور ذبح ہو جاتا ہے۔اللہ کے محبوب ﷺ چاہتے ہیں کہ آپ کے چچا ابو طالب ایمان لے آئیں۔اس کیلیئے بہت کوششیں فرمائیں حتیٰ کہ آخری وقت میں فرمایا، میرے چچا! میرے کان میں کلمہ پڑھ لیں میں قیامت کے دن گواہی دے دوں گا مگر اللہ رب العزت فرماتے ہیں، اے میرے محبوب ﷺ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ آپ اس کو ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ چاہیں بلکہ جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اسے ہدایت دیتے ہیں۔نبی کریم ﷺ پانی میں شہد ملا کر نوش فرمایا کرتے تھے۔کسی وجہ سے آپ ﷺ نے ارادہ فرما لیا کہ آج کے بعد شہد ملا پانی نہیں پیوں گا۔مگر اللہ رب العزت نہیں چاہتے کہ ایسا ہو، لہٰذا ارشاد فرمایا: ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ

مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

میرے دوستو! جب انبیاء اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اللہ رب العزت کے سامنے عاجز ہیں اور ان کی وہی بات پوری ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو پھر کیوں نہ ہم بھی اسی پروردگار عالم کی محبت کا دم بھریں۔

تکمیل ایمان کا معیار:

بلکہ جس سے وہ پروردگار محبت فرمائے اس سے محبت کریں اور جس سے اس کو عداوت ہے ہم بھی اس کے ساتھ عداوت ہے ہم بھی اس کے ساتھ عداوت رکھیں۔ اسی لئے حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ کہ جس نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے نفرت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے ہی دیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے ہی منع کیا اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا۔ تو سیدھی سی بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہمیں پروردگار سے محبت کرنی ہے۔ یہ محبت اور عشق جب تک دل میں نہیں ہوگا اس وقت تک ایمان حقیقی کی لذت نصیب نہیں ہوگی۔

انسان کی پانچ خامیاں

اب ایک اور انداز ہ میں بات کو سمجھنے کی کوشش کریں ...... جس مشین کو کسی نے بنایا ہو وہ اس کی صفات اور نقائص کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اس لئے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ انسان کا حدود اربعہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں انسان کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں مثلاً اشرف المخلوقات فرمایا گیا وہاں اس انسان کی پانچ خامیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

انسان ظالم ہے:

ایک خامی یہ ہے کہ ظَلُوْمًا یعنی یہ ظالم ہے۔ لیکن ایک بات واضح ہے کہ کسی میں ظلم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں عدل کے ہونے کی استعداد موجود ہے۔

انسان جاہل ہے:

دوسری خامی یہ بتائی ہے کہ جَھُولًا یعنی انسان جاہل ہے۔ یہاں بھی دیکھیں کہ جاہل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں علم حاصل کرنے کی استعداد موجود ہے۔ گویا یہ دو الفاظ (ظالم اور جاہل) جہاں انسان کے عیب ظاہر کرتے ہیں وہاں اس خوبیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ اگر انسان محنت کرے گا تو یہ اپنے ظلم کو عدل میں اور اپنے جہل کو علم میں بدل سکتا ہے اور اگر یہ محنت نہ کرے یہ محنت نہ کرے تو یہ ظالم بھی ہوگا اور جاہل بھی۔

انسان کمزور ہے:

تیسری خامی بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کہ انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے انسان کو ضعیف البنیان کہتے ہیں۔ یہ اتنا کمزور ہے کہ اس کے دماغ میں ایک Fear of unknown (اجنبی سا خوف) ہر وقت رہتا ہے۔ دیکھئے کہ امریکہ کا صدر بل کلنٹن اپنے آپ کو سپر پارو کہتا ہے مگر نجومی کو بلا کر پوچھتا ہے کہ اگلے دنوں میرا کیا بنے گا۔ مادی اعتبار سے اتنی طاقت ہے کہ اس کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرول ہے مگر کمزور ہونے کی وجہ سے اندر ڈر بھی ہے۔ کہ پتہ نہیں مستقبل میں میرے ساتھ کیا ہوگا۔ انسان اتنا کمزور ہے کہ ایک چھوٹا سا وائرس اسے بیمار کر دیتا ہے اور حکیم ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔ حالانکہ وہ وائرس اور جرثومہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ انسان آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکتا مگر وہی چھوٹا سا جرثومہ انسان کو موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔

انسان جلد باز ہے:

چوتھی خامی یہ بتائی ہے کہ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔ عجولا کا مطلب ہے جلد باز یہ انسان اپنی سرشت کے اعتبار سے جلد باز ہے۔ چنانچہ چار دن نوافل پڑھے گا اور

پانچویں دن امید کرے گا کہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح میر دعائیں قبول ہونی چاہئیں۔ ایک دو دفعہ مانگ لے تو کہتا ہے کہ اب تو یہ دعا ضرور پوری ہونی چاہیے اللہ کے بندے! اللہ رب العزت نے نماز کا حکم ساڑھے سات سو مرتبہ سے زیادہ دیا، اس کو تو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا مگر خود اگر کسی تین دفعہ ایک کام کہہ دے تو چوتھی دفعہ غصہ سے آنکھیں سرخ کر کے کہتا ہے کہ تو نے سنا نہیں، تجھے تین دفعہ کہا ہے۔ اس مالک الملک نے، اس احکم الحاکمین نے لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جس کے ہاتھ میں آسمان اور زمین کی کنجیاں ہیں ساڑھے سات سو مرتبہ سے زیادہ نماز کا حکم دیا مگر ہم اللہ اکبر کی آواز سن کر پھر بھی مسجد میں نہیں آتے تو ہم نے اس کے حکم کا کیا بھرم رکھا؟ یہ انسان کی جلد بازی ہی ہے کہ تھوڑی سی محنت پر بڑی بڑی توقعات وابستہ کر لیتا ہے۔

انسان تھوڑے دل والا ہے:

پانچویں خامی یہ بیان فرمائی کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۔ هلوعا عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے ''تھوڑ دلا''۔ جی کا کچا، تھوڑے دل والا۔ تو یہ انسان تھوڑے دل والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوشی ملنے پر پھول جاتا ہے اور تھوڑی سی پریشانی آنے پر مرجھا جاتا ہے۔ اگر اسے کامیابی ملے تو اپنی طرف منسوب کرتا ہے انٹرویو میں پاس ہو جائے تو کہتا ہے کہ جی ہاں، جب اس نے سوال پوچھا تو میں نے یہ جواب دیا، اس نے جب یوں کہا تو میں نے پھر یوں کہا اور میں کامیاب ہو گیا۔ اور اگر انٹرویو میں ناکام ہو جائے اور پوچھیں کہ عزیزم! کیا بنا؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی مرضی۔ جب کامیابی تھی تو اپنی طرف منسوب کی کہ میں نے یوں کیا، ناکامی ہوئی تو اللہ کی مرضی۔ اب اپنی طرف منسوب نہیں کرتا کہ میں نے گڑبڑ کی۔ ''جھیڑا اپٹھا کم۔ جی او اللہ دی مرضی۔ جناب اگر یہ اللہ کی مرضی ہے تو جو کامیابیاں ملی تھیں کیا وہ اللہ رب العزت کی مرضی نہیں تھی۔ ہم کریڈٹ اللہ رب العزت کو کیوں نہیں دیتے۔ اس لئے کہ اس وقت ہمارا نفس ہم پر سوار ہوتا ہے۔ حالانکہ

حق تو یہ تھا کہ ہم خوبیوں کو اس کی طرف منسوب کرتے اور خامیوں کو اپنی طرف منسوب کرتے۔

اتنا بڑا سودا:

اب بتایئے کہ انسان میں یہ کتنے بڑے بڑے نقائص ہیں۔ جس مشین میں اتنے بڑے نقائص ہوں بھلا اس مشین کو کوئی خریدتا ہے؟ کوئی نہیں خریدتا۔ مگر شاعر نے ایک عجیب بات کہی:

تو بہ علم ازل مرا دیدی
دیدی آنگہ بعیب بخریدی
تو بہ علم آں و من بعیب ہماں
رد مکن آنچہ خود پسندیدی

اے اللہ! تو نے مجھے ازلی علم کے ساتھ دیکھا۔ تو نے میرے تمام عیوب کے ساتھ مجھے دیکھا اور پھر خریدا۔ تو ہی علم والا ہے اور میں وہی عیبوں والا ہوں۔ اے اللہ اب اسے رد نہ کر جسے تو نے خود پسند کیا تھا۔

یہاں پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عیب تو اتنے زیادہ تھے مگر اللہ رب العزت نے اتنے عیبوں کے باوجود اپنی طرف سے سودا کر کے عہد نامہ لکھ دیا اور اس کا اعلان فرما دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بیشک اللہ تعالیٰ نے انسان کے جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔

یہاں نام جنت کا لیا گیا مگر اس سے مراد باغات نہیں تھے بلکہ جنت کے اندر چونکہ اس کو اللہ رب العزت کا مشاہدہ نصیب ہوگا اس لئے گویا یوں فرمایا کہ ہم نے تمہاری جان اور مال کو اپنے مشاہدے کے بدلے میں خرید لیا کیونکہ وہاں مشاہدہ نہ ہو۔ سبحان اللہ کتنا بڑا سودا کیا۔ کہنے والے نے کہا:

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

محبت الٰہی کا جذبہ:

انسان کے اندر اپنی تخلیق کے اعتبار سے نقائص تو بہت ہیں مگر اس میں ایک عجیب جذبہ رکھ دیا گیا ہے وہ جذبہ اگر آ جائے تو انسان کی کمزوری کو اس کی قوت میں بدل دیتا ہے، انسان کے جہل کو اس کے علم میں بدل دیتا ہے، انسان کی کوتاہی کو اس کی خوبیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے جنت کا حق دار بن جاتا ہے۔ اس جذبہ کا نام ''محبت الٰہی'' ہے۔ یہ محبت الٰہی کا جذبہ انسان کیلئے ایسا ہے جیسے کسی پودے کیلئے پانی ہوتا ہے۔ پانی نہ ملے تو سر سبز پودے کے پھول پودے کو پانی دے دیجئے تو وہ پھر کھل اٹھتا ہے۔ انسان کے اندر محبت الٰہی کے جذبہ کی مثال بھی یہی ہے کہ جس انسان میں محبت الٰہی کا جذبہ بیدار ہو جائے اس کی صفات کھلنا شروع ہو جاتی ہیں اور اس میں ایمان کی خوشبو آنے لگتی ہے اور خوشبو ماحول کو مہکا دیا کرتی ہے۔

عشق اور عقل کا موازنہ:

بسا اوقات انسان عقل کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے اور بسا اوقات محبت اور عشق کے جذبہ کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ انسان کی عقل تو عیار ہے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ واعظ نہ خطیب

جس بندہ میں عشق الٰہی کا جذبہ ہو اللہ رب العزت کے ہاں اس کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ اگر عقل کے زور پر عبادت کریں گے تو عبادت تو لکھی جائے گی مگر یہ بنیاد کمزور ہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

کہنے والے نے تو یہاں تک کہہ دیا:

نالہ ہے بلبل شوریدہ ہے تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں ذرا اور اسے تھام ابھی
پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
عشق فرمودہ ء قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عقل کھڑی دیکھ رہی ہوتی ہے اور عشق ان معاملات سے گزر جاتا ہے، ان منزلوں کو عبور کر لیا کرتا ہے۔ عقل کی پرواز وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں عشق کے پروں سے انسان پہنچتا ہے۔

عشق الٰہی کی اہمیت:

کسی شاعر نے کہا:

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ ء تصورات

عشق نہ ہو تو یہ شرع و دین کی فقط تصورات ہیں ان میں جان نہیں ہوتی۔ ان میں جان تب پڑتی ہے جب دل میں محبت الٰہی اور عشق جذبہ ہو۔ پھر انسان کے اعمال میں جان آتی ہے۔ اسی لئے مانگنے والوں نے عشق کی انتہا مانگی۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

چھوٹا سا دل ہوں مگر شوخ اتنا
وہی لن ترانی سننا چاہتا ہوں

یہ عشق ہی تو ہے جس نے دین میں رنگ بھر دیا ہے۔ محبت الٰہی نہ ہو تو پھر پیچھے کیا رکھا ہے۔ اے اللہ! تیرے عشق کے سوا پھر پیچھے کیا بچا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق مقصود بنا کر مانگنا چاہیے۔

اللہ سے اللہ کو مانگے:

یہی عشق الٰہی والی نعمت ہی ہے جس کے حصول کیلئے ہمیں پوری زندگی عطا کی گئی۔ اس لئے اگر انسان اللہ تعالیٰ رب العزت سے مانگے تو اللہ رب العزت ہی مانگے۔ اس کی محبت مانگے۔ اسکا عشق مانگے۔ آج اللہ تعالیٰ اسے مال مانگنے والے بہت ہیں، کاروبار مانگنے والے بہت ہیں گھر بار مانگنے والے بہت ہیں۔ لیکن اللہ سے اللہ مانگنے والے بہت تھوڑے ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں جو اسلئے ہاتھ اٹھاتے ہوں کہ میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں، میں تیری محبت مانگتا ہوں۔ میرے دوستو! کسی نے گھر بار مانگا، کاروبار مانگا، بیوی بچے مانگے یا پوری دنیا مانگ لی تو یقین کیجئے کہ اس نے کچھ نہیں مانگا اور اگر اللہ کا عشق مانگا تو سب کچھ مانگ لیا۔ کیونکہ یہ سب کچھ عشق الٰہی کے سامنے ہیچ ہے۔ اسلئے اس کو تمنا بنا کر مانگئے کہ رب کریم! ہم تیرا ایسا عشق چاہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہماری رگ رگ اور ریشہ ریشہ سے گناہوں کا کھوٹ نکل جائے۔

لَیْتَکَ تَحْلُوْا وَالْحَیٰوۃُ مَرِیْرَۃٌ
وَلَیْتَکَ تَرْضٰی وَالْاَنَامُ غِضَابٌ
وَلَیْتَ الَّذِیْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ عَامِرٌ
وَبَیْنِیْ وَبَیْنَ الْعَالَمِیْنَ خَرَابٌ

اے کاش تو میٹھا ہو جائے اگرچہ ساری دنیا میرے ساتھ تلخ ہو جائے اور میرے

اور تیرے درمیان جو رشتہ ہے کاش کہ وہ آباد ہو جائے اور میرے اور مخلوق کے درمیان جو رشتہ ہے وہ بے شک خراب ہو جائے۔

رابعہ بصریہؒ کی اللہ تعالیٰ سے محبت:

رابعہ بصریہؒ کے بارے میں آیا ہے کہ ایک دفعہ تہجد کے بعد یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! سورج غروب ہو چکا، رات آ گئی، آسمان پر ستارے چمکنے لگ گئے، دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لئے، تیرا دروازہ اب بھی کھلا ہے اسلئے تیرے سامنے دامن پھیلاتی ہوں۔ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا مزہ بھی وہی لوگ جانتے ہیں۔

جھوٹی محبت والے:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا، میرے ان بندوں سے کہہ دو کہ جھوٹا ہے وہ شخص جو مجھ سے محبت کا دعوٰی کرے اور رات آ جائے تو سو جائے۔ کیا ہر عاشق اپنے محبوب کے ساتھ تنہائی نہیں چاہتا۔ یہ جو میری محبت کے دعوے کرتے ہیں انہیں چاہیے تھا کہ میرے سامنے سربسجود ہوتے اور راز و نیاز کی باتیں کرتے۔

شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی محبت:

حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ ایک بڑے شیخ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس تھانویؒ تشریف لے گئے۔ حضرت نے فرمایا، اشرف علی، جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا ہو۔ اور اشرف علی جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے جیسے پروردگار سے ہمکلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت میں اگر کچھ حوریں میرے پاس آئیں تو میں ان سے کہہ دوں بی بی! مجھے تھوڑا تھوڑا سا قرآن سنا دو۔ سبحان اللہ۔ ان لوگوں کو کتنا مزا آتا ہوگا!!! وہ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ تھے اور مراقبہ کو ''پریم پیالہ'' کہتے تھے۔ مراقبہ میں اتنا مزہ آتا تھا کہ مراقبہ کیلئے بیٹھتے تو مریدین سے فرماتے کہ آؤ پریم پیالہ پیئیں۔

محبت الٰہی کی لذتیں:

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ عجیب بات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ! دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔ سبحان اللہ۔ جی ہاں! عشق الٰہی والے حضرات رات کے اندھیرے کے ایسے ہی منتظر ہوتے ہیں جیسے دولہا دلہن سے ملاقات کا منتظر ہوا کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان کو لذت ملتی ہے دیکھیں ایک لذت انسان کو زبان سے ملتی ہے۔ کھانے پینے سے انسان کو ایسی لذت ملتی ہے کہ کبھی مسٹر برگر کی طرف جا رہا ہوتا ہے، کبھی چائنیز سوپ کی طرف جا رہا ہوتا ہے اور کبھی کسی اور چیز کی طرف۔ لہٰذا کچھ لذتیں انسان کی زبان کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کچھ لذتیں انسان کی آنکھ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی خوبصورت چیز یا خوبصورت منظر دیکھتا ہے تو لطف اندوز ہوتا ہے۔ کچھ لذتیں انسان کے کان کے ساتھ وابستہ ہیں جب اچھی آواز سے تلاوت ہو رہی ہو، قاری عبدالباسط، قاری عبدالصمد پڑھ رہے ہوں تو بڑا لطف آتا ہے جی چاہتا ہے کہ سنتے رہیں۔ اسی طرح کچھ لذتیں انسان کے قلب کے ساتھ وابستہ ہیں وہ محبت اور عشق کی لذتیں ہیں۔

جب یہ قلب تمام اعضاء کا سردار ہے تو اس سے وابستہ لذتیں بھی سب اعضاء کی لذتوں پر فائق دہوں گی۔ ہم ان لذتوں کو کیا جانیں۔ ''جنہاں لائیاں نہ لاڈ تھیاں اکھیاں رنگ بھر دیاں'' وہ کیا جانیں؟ جن کو عشق الٰہی کی لذتیں نصیب ہو جائیں وہ تو پھر یوں کہا کرتے ہیں:

اللہ اللہ ایں چہ شیرین است نام
شیر و شکر می شود جانم تمام

اللہ اللہ یہ کتنا میٹھا نام ہے کہ جسکو لینے سے میرے بدن میں یوں مٹھاس آ گئی جیسے چینی کو ڈالنے سے دودھ میٹھا ہو جاتا ہے۔

عشق ایک آگ ہے:

اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَی اللّٰہِ، عشق ایک آگ ہے جو ماسوئ اللہ کو جلا کر رکھ دیتی ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر عجیب اشعار لکھے۔ ایک شعر کا ترجمہ کسی شاعر نے اردو میں بھی کر دیا۔ وہ ہمارے لئے سمجھنا آسان ہے۔ فرمایا:

عشق کی آتش کا جب یہ شعلہ اٹھا
ماسوئ معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا
دیکھئے پھر بعد اس کیا بچا
پھر بچا اللہ باقی سب فنا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

جب عشق دل میں ہوتا ہے تو یہ ماسوی پر تلوار بن کر چلتا ہے۔ انسان کے اندر ناز، نمود، نخرہ، انانیت سب کچھ توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

شاد باد اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے کہ افلاطون و جالینوس ما

یہ عشق تو بندے کیلئے افلاطون اور جالینوس بن جاتا ہے۔ جی ہاں!

عشق الٰہی کی شدید کمی:

میرے دوستو عشق الٰہی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے اعمال میں جان نہیں ہے علامہ اقبال فرماتے ہیں

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ وقربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

وہ جو انسان کے اندر عشق الٰہی کا جذبہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے انسان زندہ ہوتا تھا، آج وہ نہیں ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ سینے کا دل عشق الٰہی انگارے کی طرح گرم ہوا کرتا تھا اور آج تو جلے ہوئے کوئلے کی طرح بالکل ٹھنڈا ہوا پڑا ہے۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی
بھاتا ہے دل کو بیان خطیب
مگر لذت شوق سے بے نصیب
وہ صوفی کہ تھا خدمت حق میں مرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا
وہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیرا ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

آج مسلمان راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے۔ سینے میں محبت الٰہی کے وہ انگارے نہیں جل رہے جو اس کے سینے کو گرما رہے ہوں۔ جو اسے کبھی نمازوں میں کھڑا کر رہے ہوں۔ جو اسے اپنے محبوب سے ملاقاتوں پر مجبور کر رہے ہوں۔

نبی کریم ﷺ کی اللہ تعالیٰ سے محبت:

نبی کریم ﷺ کو اللہ رب العزت سے کیسی شدت محبت تھی! سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اذان کی اللہ اکبر ہوتی تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے پہنچاننا چھوڑ دیتے تھے۔ میں کئی مرتبہ سامنے آتی تو آپ ﷺ پوچھتے، تم کون ہو؟

میں کہتی ، عائشہ ۔ پوچھتے ، عائشہ کون ؟ میں کہتی ابو بکر کی بیٹی ہوں ۔ پوچھتے ابو بکر کون ؟ میں اس وقت پہچان لیتی کہ اب ایک نام دل میں اتنا غالب آچکا ہے کہ دنیا میں کسی اور کو یہ نہیں پہچانیں گے ۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین اور محبت الٰہی :

محبت الٰہی کا جذبہ انسان کے دل میں موجود ہو تو اللہ تعالیٰ بڑی قدردانی فرماتے ہیں محبت بھی ایسی کیفیت ہو جیسی حضرت عبداللہ ذوالبجادین رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب تھی ۔

یہ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ تھے جو مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک بستی میں رہتے تھے ۔ دوستوں سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ایک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے ہیں چنانچہ حاضر ہوئے اور چوری چھپے کلمہ پڑھ لیا واپس گھر آگئے ۔ گھر کے سب لوگ ابھی کافر تھے لیکن محبت تو وہ چیز ہے جو چھپ نہیں سکتی ۔ اپنی طرف سے تو چھپایا کہ کسی کو پتہ نہ چلے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تذکرہ کرتا تو یہ متوجہ ہوتے

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

چنانچہ گھر والوں نے اندازہ لگالیا کہ کوئی نہ کوئی معاملہ ضرور ہے ۔ ایک دن چچا نے کھڑا کر کے پوچھا ، بتاؤ بھئی ! کلمہ پڑھ لیا ہے ؟ فرمانے لگے ، جی ہاں ۔ چچا کہنے لگا ، اب تیرے سامنے دو راستے ہیں ۔ یا تو کلمہ پڑھ کر اس گھر سے نکل جا اور اگر گھر میں رہنا ہے تو ہمارے دین کو قبول کر لے ۔ چنانچہ ایک ہی لمحہ میں فیصلہ کر لیا ۔ فرمایا ، میں گھر تو چھوڑ سکتا ہوں لیکن اللہ کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا ۔ چچا نے مارا پیٹا بھی سہی اور جاتے ہوئے جسم سے کپڑے بھی اتار لئے ۔ جسم پر بالکل کوئی کپڑا نہ تھا ۔ ماں بلا آخر ماں تھی ۔ شوہر کی وجہ سے کچھ ظاہر میں تو نہ کہہ سکی لیکن چھپ کر اپنی چادر پکڑا دی کہ بیٹا ! ستر چھپا لینا ۔ وہ چادر لے کر جب باہر نکلے تو اس کے دو ٹکڑے کیے ۔ ایک سے ستر چھپا لیا اور دوسری اوپر اوڑھ لی ۔ اس لئے " ذوالبجادین " یعنی دو چادروں والے مشہور ہو گئے ۔ اب کہاں گئے ؟ جہاں سودا کر چکے تھے ۔ قدم بے اختیار مدینہ کی طرف بڑھ رہے ہیں ۔ رات کا سفر کر

کے صبح نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو چہرہ پر عجب خوشی کی کیفیت ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین متوجہ ہوئے کہ یہ کون آیا ہے کہ جس کو دیکھ کر اللہ کے محبوب کا چہرہ یوں تمتما اٹھا ہے۔

دونوں جہاں کسی کی محبت میں ہار کے
وہ آ رہا ہے کوئی شب غم گزار کے

حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! سب کچھ چھوڑ چکا ہوں۔ اب تو آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوں۔ چنانچہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ اور وہیں رہنا شروع کر دیا۔

چونکہ قربانی بڑی دی تھی، محبت الٰہی میں اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا اسلئے اس کا بدلہ بھی ایسا ہی ملنا چاہیے تھا۔ چنانچہ ان کو ایسی کیفیات حاصل تھیں کہ محبت الٰہی میں بعض اوقات جذب میں آ جاتے۔ آج کل بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ جی جذب کیا ہوتا ہے؟ جناب احادیث مبارکہ پڑھو، پھر پتہ چلے گا کہ جذب کیا ہوتا ہے؟ جناب احادیث مبارکہ پڑھو، پھر پتہ چلے گا کہ جذب صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین پر بھی طاری ہوتا تھا۔ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ (حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ) مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر بعض اوقات بیٹھے ہوتے تھے اور ایسا جذب طاری ہوتا تھا کہ اونچی آواز سے اللہ اللہ کہہ اٹھتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو انہوں نے ڈانٹا کہ کیا کرتا ہے یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا عمر! عبداللہ کو کچھ نہ کہو، یہ جو کچھ کر رہا ہے اخلاص سے کر رہا ہے۔

قابل رشک سفرِ آخرت:

کچھ عرصہ گزرا نبی کریم ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں ایک جگہ پہنچے تو بخار ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کو لے کر تشریف لائے۔ جب وہاں پہنچے تو حضرت عبد

اللہ کے چند لمحات باقی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سر کو اپنی گود مبارک میں رکھ دیا۔ یہ وہ خوش نصیب صحابیؓ ہیں جن کی نگاہیں چہرۂ رسول ﷺ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ سبحان اللہ! گود مبارک میں ہی اپنی جان اس کیفیت میں جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افزائی:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان کے کفن دفن کی تیاری کرو۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بھجوائی اور فرمایا کہ عبداللہ کو اس چادر میں کفن دیا جائے گا۔ سبحان اللہ! واہ اللہ تو بھی کتنا قدردان ہے کہ جس بدن کو تیری راہ میں ننگا کیا گیا تھا آج اس بدن کو تو اپنے محبوب ﷺ کی کملی سے چھپا رہا ہے۔ سبحان اللہ، سودا تو کر کے دیکھیں اللہ رب العزت کیسی قدردانی فرماتے ہیں۔ ہم لوگ ہی بے قدر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔

خود نبی کریم ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھایا۔ پھر جنازہ لے کر قبرستان کی طرف چلے شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو وہ قبر میں اس کو اتارنے کیلئے اترے۔ اس وقت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی کھڑے تھے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے خود قبر میں اتر کر فرمایا، اپنے بھائی کو پکڑا دو مگر ان کے ادب کا خیال رکھنا۔ آپ ﷺ نے اس عاشق صادق کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور زمین پر لٹا دیا۔ گویا اپنی امانت کو زمین کے سپرد کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حسرت:

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے جب ان کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے اللہ! میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا" یہ ایسے الفاظ تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی سن کر وجد میں آ گئے اور کہنے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ کاش! آج نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں

میری میت ہوتی۔ دیکھا! محنت مجاہدہ اور قربانیاں کرنے والوں کو اللہ رب العزت یوں بدلہ دیا کرتے ہیں۔ آپ سوچئے کہ جو آقا اپنے کمزور بندوں کو حکم ارشاد فرماتا ہے کہ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانُ اِلَّا الْاِحْسَانُ تو اگر کوئی اس کیلئے قربانیاں دے تو کیا اللہ رب العزت قدردانی نہیں فرمائیں گے؟ ضرور فرمائیں گے۔ ضرور فرمائیں گے۔ سبحان اللہ

سیدہ زنیرہ رضی اللہ عنہا اور محبت الٰہی:

سیدہ زنیرہ ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو کہ ابو جہل کی خادمہ تھیں۔ آپؓ نے کلمہ پڑھ لیا ابو جہل کو پتہ چل گیا۔ اس نے آکر پوچھا، کیا کلمہ پڑھ لیا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑی عمر کی تھیں، مشقتیں نہیں اٹھا سکتی تھیں مگر ابو جہل نے اپنے دوستوں کو ایک دن بلایا اور انکے سامنے بلا کر اس نے انہیں مارنا شروع کر دیا۔ لیکن برداشت کرتی رہیں۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے نام پر اس سے بڑی تکالیف بھی برداشت کرنے کیلئے تیار تھیں جب اس نے دیکھا کہ اتنا مارنے کے باوجود اس کی زبان سے کچھ نہیں نکلا تو اس نے آپؓ کے سر پر کوئی چیز ماری جس سے آپؓ کی بینائی زائل ہو گئی اور آپؓ نابینا ہو گئیں۔

اب انہوں نے مذاق کرنا شروع کر دیا۔ کہنے لگے، دیکھا تو ہمارے بتوں کی پوجا چھوڑ چکی تھی لہٰذا ہمارے معبودوں نے تمہیں اندھا کر دیا۔ مار برداشت کر چکی تھیں، مشقتیں اٹھا چکی تھیں، یہ سب سزائیں برداشت کرنا آسان تھیں مگر جب انہوں نے یہ بات کہی تو آپؓ برداشت نہ کر سکیں۔ چنانچہ فوراً تڑپ اٹھیں۔ اسی وقت کمرے میں جا کر سجدہ میں گر گئیں۔ اور اپنے محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگ گئیں۔ عرض کیا، اے اللہ! انہوں نے مجھے سزائیں دیں تو میں نے برداشت کیں، وہ میری ہڈیاں بھی توڑ دیتے، وہ میرے جسم کو چھلنی کر دیتے تو میں یہ سب کچھ برداشت کر لیتی مگر تیری شان میں گستاخی کی کوئی بات برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہاری بینائی چھین لی۔ اے اللہ! جب میں کچھ نہیں تھی تو تُو نے مجھے بنا دیا، بینائی بھی عطا کر دی۔ اب تو نے ہی بینائی واپس لی ہے۔ اے اللہ! تو مجھے دوبارہ بینائی

عطا فرما دے تا کہ ان پر تیری عظمت کھل جائے۔ ابھی دعا والے ہاتھ چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی بینائی لوٹا دی۔ سبحان اللہ، اس وقت مرد تو مرد تھے عورتوں میں بھی یوں محبت الٰہی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔

حضرت آسیہؓ کے عشق و محبت کی داستان:

اب آپ کو ایک ملکہ کا واقعہ بتاتا ہوں کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس قدر محبت تھی اس کا نام حضرت آسیہؓ تھا۔ وقت کے بادشاہ کی بیوی تھی۔ اللہ رب العزت نے ان کو حسن و جمال کا پیکر بنا دیا تھا، پری چہرہ بنا دیا تھا، نازک اندام بنا دیا تھا۔ اس لئے فرعون ان سے عشق کرتا تھا اور ان کے نخرے اٹھاتا تھا۔ ہر قسم کی سہولت اور آسائش موجود تھی۔ جو چاہتی تھی کپڑے پہنتی، جیسے چاہتی گھر کو سجاتی، جیسے چاہتی آسائش کا کھانا کھاتی۔ بیسیوں نوکرانیاں ان کی خدمت کیلئے ہر وقت موجود رہتی تھیں، جب وہ آنکھ اٹھا کر دیکھتی تو نوکرانیاں بھاگ پڑتیں۔ کوئی کام نہیں کرتی تھیں، سارا دن شاہی محل میں حکم چلاتی رہتی تھیں۔ غرض ہر لحاظ سے آسودگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔

اتنے میں پتہ چلا کہ اللہ نے ایک نیک بندے کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ انہوں نے بندوں کو ایک اللہ کی طرف بلایا۔ ان کی یہ توحید والی بات ان کے کانوں تک بھی پہنچتی اور دل میں اترتی چلی گئی۔ ان کے دل نے گواہی دی کہ باتیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سچی کرتے ہیں مگر میرا خاوند فرعون تو خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ کئی دن اسی سوچ بچار میں گزر گئے کہ اب میں کیا کروں۔ دل نے گواہی دی کہ پروردگار تو اللہ ہے۔ پروردگار تو وہی ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی جبکہ میرا خاوند تو میری منت سماجت میں لگا رہتا ہے اور میری خوشنودی چاہتا ہے۔، بھلا یہ کیسے خدا ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ عورت تھیں اس لئے دوسری طرف خوف بھی آتا تھا کہ اگر میں نے کوئی بات کی تو میری یہ سب سہولتیں چھن جائیں گی اور مجھ پر مصیبتیں پڑ جائیں گی۔ لیکن دل نے گواہی دی، آسیہ! یہ دنیا کی آسائشیں تھوڑی ہیں، یہ سب عارضی باتیں ہیں آخرت کی آسائشیں اصل

چیز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو پیغام لے کر آئے ہیں وہی باتیں سچی ہیں۔ چنانچہ چوری چھپے اللہ رب العزت پر ایمان لے آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے ایمان کے بارے میں بتلا دیا۔

اب دل میں اللہ کی محبت آ گئی سوچ کا انداز بدل گیا۔ اب رہتی تو فرعون کے پاس تھیں مگر دل فرعون سے دور ہو گیا۔ فرعون سے نفرت ہونے لگ گئی۔ محل میں رہتی تھیں مگر دل میں ایمان رچ بس چکا تھا۔ فرعون کو شروع میں تو پتہ نہ چلا۔ بالآخر ایک ایسا وقت آیا کہ فرعون کو ان کی باتوں کے انداز سے پتہ چل گیا۔ کیونکہ جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتیں کرتا تھا اسوقت انکے تاثرات بدل جاتے تھے۔

اک دم بھی محبت چھپ نہ سکی جب تیرا کسی نے نام لیا

جب فرعون انکے سامنے اللہ کا نام لیتا تھا تو وہ بھڑک اٹھتیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا سمندر دل میں ٹھاٹھیں مارنے لگتا۔ چنانچہ فرعون پر بات کھل گئی کہ میری بیوی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے۔ اس نے بڑا سمجھایا کہ تو ایسا نہ کر، میں تجھ سے پیار کرتا ہوں اور تجھے ہر قسم کی سہولت حاصل ہے۔ کہنے لگی کہ نہیں حقیقت تو وہی جو میرے دل میں اتر چکی ہے۔ میں اس کو بالکل نہیں چھوڑ سکتی۔ چنانچہ باتیں ہوتی رہیں اور وقت گزرتا گیا۔

ایک دن فرعون بڑی محبت کا اظہار کر رہا تھا تو انہوں نے اپنے خاوند کو سمجھایا کہ جب آپ مجھ سے اتنی محبت کرتے ہیں تو میری بات مان لیں کہ آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں۔ فرعون کا دل اس وقت موم ہو گیا۔ کہنے لگا، میں جاتا ہوں ان کے پاس اور ایمان لے آتا ہوں۔ چنانچہ وعدہ کر کے چل پڑا ابھی راستے ہی میں تھا کہ اسے ہامان مل گیا۔ وہ اس کا وزیر تھا، بڑا مشیر تھا۔ فرعون نے کہا میں نے دل میں ارادہ کر لیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لے آؤں۔ ہامان یہ سن کر کہنے لگا، توبہ، توبہ، غلام کا خادم بننے سے تو زیادہ بہتر ہے کہ آدمی آگے جا کر جہنم کے

عذاب میں جل مرے۔ فرعون پر اس کی بات اثر کر گئی۔ لہٰذا فرعون وہیں سے واپس لوٹ گیا۔ کہنے لگا، ہاں میں غلام کا غلام نہیں بن سکتا۔ چنانچہ ایمان لانے سے انکار کر دیا جب وہ منکر بن گیا تو حضرت آسیہؓ نے اس کو لعن طعن کی کہ تو اپنے وعدے سے پھر گیا۔ جب دونوں میاں بیوی میں باتیں ہوئیں تو فرعون غصہ میں آ کر کہنے لگا کہ میں تجھے مزہ چکھا دوں گا۔ وہ کہنے لگیں پھر تو جو کر سکتا ہے کر لے۔ چنانچہ سہولتوں اور آسائشوں پہ لات مار دی اور ساری نعمتوں کو پیچھے پھینک دیا۔ کہنے لگیں، تو مجھے اپنے محل سے تو نکال سکتا ہے مگر دل سے ایمان نہیں نکال سکتا۔

فرعون نے پہلے تو ڈرایا دھمکایا۔ بعد میں پھر اس کیلئے بھی ناک کا مسئلہ بن گیا کہنے لگا، میں تجھے عذاب دوں گا۔ کہنے لگیں، تو جو کر سکتا ہے کر لے میں عذاب سہنے کیلئے تیار ہوں چنانچہ اس نے لوگوں کو بلوایا۔ وقت کی ملکہ، پری چہرہ اور نازک بدن کو گھسیٹ کر فرش کے اوپر لٹا دیا گیا۔ کہاں گئیں وہ نعمتیں، کہاں گئے وہ محلات، کہاں گئے وہ نرم بستر، کہاں گئیں وہ ہزاروں باندیاں جوان کے اشارے کے پیچھے بھاگتی پھرتی تھیں۔ آج یہ اکیلی اللہ کی بندی فرش کے اوپر گھسیٹی جا رہی ہے۔ جسم زخموں سے چور ہو چکا تھا مگر پھر بھی اپنی بات پر ڈٹی رہیں۔ جب فرعون نے دیکھا کہ چھوٹی موٹی سزا سے یہ نہیں بدلی تو اس نے کہا کہ میں تمہیں زمین پر لٹا کر تمہارے ہاتھ اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دوں گا۔ کہنے لگیں، تو جو کر سکتا ہے کر لے۔ چنانچہ ان کو لٹا دیا گیا اور انکے ہاتھ کو زمین کے اوپر رکھ کر درمیان میں لوہے کی میخیں ٹھونک دی گئی۔ تکلیف ہو رہی مگر جانتی تھیں کہ یہ تکلیف اللہ کی خاطر ہے۔ پھر دوسرے ہاتھ کو اسی طرح زمین پر رکھ کر میخیں ٹھونکی گئیں۔ فرعون نے کہا، تمہارے جسم کے کپڑے اتار لوں گا اور پھر تمہاری کھال کو اتار دوں گا۔ کہنے لگیں تم جو کر سکتے ہو کر لو مگر میں اپنے ایمان سے باز نہیں آؤں گی۔ چنانچہ جیتے جاگتے انکے جسم سے کھال اتارنا شروع کر دی۔ ذرا سوچئے تو سہی آج بکرے کی کھال اتاری جا رہی ہو تو نرم دل آدمی اسکو بھی دیکھ کر پریشان ہو رہا ہوتا ہے۔ وہ تو عورت ذات تھیں

زمین پر، لیٹی ہوئی تھی، ہاتھ پاؤں ہلا نہیں سکتی تھیں، سر ایک جگہ پڑا ہوا تھا اور ان کے جسم سے چاقوؤں اور ریزر کے ذریعے ان کی کھال کو جدا کیا جا رہا تھا۔ تکلیفوں پہ تکلیفیں اٹھا رہی تھیں مگر سمجھتی تھیں کہ یہ سب کچھ میرے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا۔ دنیا کا تو جو ساتھی تھا وہ اب دشمن بن چکا تھا۔ اب تو اصل سہارا باقی رہ گیا تھا۔ اسی ذات خداوندی کو پکارا کہ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ اے اللہ! مجھے محل سے نکالا جا رہا ہے لیکن تو مجھے اپنے پاس محل عطا فرما دے۔ اے اللہ! فرعون نے تو اپنے سے دور کر دیا مگر میں تو تیرا ساتھ چاہتی ہوں، مجھے فرعون کا ساتھ نہیں چاہیے۔ اسلئے جب بات کرنے لگیں تو یہ نہ کہا کہ اے اللہ! مجھے محل عطا کر دے بلکہ جنت سے پہلے بَیْتًا کا لفظ کہا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ محل تو چاہتی تھیں مگر اللہ کے پاس چاہتی تھیں۔ اپنے دلدار کے پاس چاہتی تھیں، اپنے محبوب حقیقی کے پاس چاہتی تھیں۔ اور پھر کہا ہے وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اور مجھے فرعون سے اور اسکے عملوں سے نجات دینا۔ کیونکہ اگر فرعون سے نجات مل بھی جاتی تو کسی اور کے پاس چلی جاتیں اور وہ بھی فرعون کی مانند ہوتا۔، اسلئے دو دعائیں مانگیں۔ سبحان اللہ کیسی کامل دعا مانگی۔

ایک صحابیؓ کی محبت کا واقعہ:

ایک صحابیؓ بکریاں چرانے والے جب کچھ دنوں بعد مدینہ طیبہ آتے تو آ کر پوچھتے کہ حضور اکرم ﷺ نے مزید کیا باتیں بتائی ہیں یا کیا مزید آیات اتری ہیں؟ ایک دفعہ واپس آ کر پوچھا تو پتہ چلا کہ ایک آیت اتری ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہی تمہارا پروردگار ہوں۔ آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم کھا کر بات کہی۔ جب اس صحابیؓ نے سنا تو غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے وہ کون ہے جس کو یقین کی خاطر میرے اللہ کو قسم کھانا پڑی۔ کیا ہی دل میں محبت تھی! سبحان اللہ۔

دل کس کے لئے ہے؟

لیکن آج کسی دل میں مال کی محبت ہے، کسی دل میں عورت کی محبت ہے، کسی دل میں شہوات کی محبت ہے۔ کیا یہ دل اسی لئے دیا گیا ہے؟ ہرگز نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ہم نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے کہ ایکتو رحمٰن کو دے دے اور دوسرا نفس وشیطان کو دے دے۔ بلکہ دل ایک ہے ایک ہی کیلئے ہے۔

محبت الٰہی اللہ کی نظر میں:

بنی اسرائیل میں سے ایک سادہ سا آدمی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کہ اے اللہ میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، تیرے بچے نہیں، کبھی میرے پاس آتا تو میں تیری خدمت کرتا ، میں تیرے کپڑے دھوتا، تجھے کھانا دیتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ادھر سے گزرے۔ فرمانے لگے، اے اللہ کے بندے! یہ تو اللہ کی شان میں گستاخی ہے۔ وہ سادہ آدمی تھا، ڈر گیا، کانپ گیا۔ اللہ رب العزت کو اس کا ڈرنا اور کانپنا اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمادی۔ جس کو کسی شاعر نے یوں کہا:

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تجھے جوڑنے کیلئے بھیجا تھا توڑنے کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگرچہ ظاہری طور پر باتوں کا مفہوم ٹھیک نہیں تھا مگر محبت تو اللہ رب العزت سے تھی۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے شدید محبت:

اللہ رب العزت سے اتنی محبت کی جائے کہ دنیا میں ہی انسان کو بشارتیں مل جائیں جب سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے ''خلیل'' (دوست)

کا لقب دیا تو فرشتوں نے پوچھا، یا اللہ کیا ان کو آپ سے اتنی محبت ہے کہ آپ نے خلیل کا لقب دے دیا؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، اگر تمہیں شک ہے تو جا کر امتحان لے لو۔ چنانچہ ایک فرشتہ انسانی شکل میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قریب آیا اس وقت آپؑ علیہ السلام جنگل میں بکریاں چرا رہے تھے۔ اس فرشتہ نے بلند آواز سے یہ کلمات کہے۔

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ يَامُجِيْرُ ○

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز سنی تو بڑا مزہ آیا۔ اس طرف متوجہ ہوئے، ایک آدمی نظر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ ذرا یہی کلمات دوبارہ سنا دیجئے۔ وہ کہنے لگا، کیا معاوضہ دو گے؟ فرمایا، آدھی بکریاں لے لینا۔ اس نے دوبارہ یہی کلمات کہے۔ اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ لطف آیا۔ چنانچہ پھر مطالبہ کیا کہ ایک مرتبہ پھر سنا دیجئے۔ وہ کہنے لگا، اب کیا دو گے؟ فرمایا باقی بکریاں بھی لے لینا۔ اس نے پھر یہی کلمات کہے۔ اس دفعہ اور زیادہ مزہ اور لطف آیا۔ آپ سے رہا نہ گیا، فرمایا ایک بار پھر سناؤ۔ وہ کہنے لگا، اب تو آپ کے پاس بکریاں نہیں ہیں مجھے کیا دو گے؟ آپ نے فرمایا تمہیں یہ بکریاں چرانے کیلئے چرواہے کی ضرورت ہو گی لہٰذا مجھے چرواہے کے طور پر اپنے پاس نوکر رکھ لینا یہ سن کر وہ فرشتہ بولا کہ میں تو ایک فرشتہ ہوں اور امتحان لینے کی غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں آپ امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں آپ کو واقعی اللہ رب العزت سے اتنی محبت ہے کہ ''خلیل'' کا لقب ضرور ملنا چاہیے تھا۔ اللہ اکبر۔

محبت کا معیار:

جی ہاں! جن کو اللہ سے محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہوتی ہے۔ مگر اللہ

تعالیٰ سے محبت کیسی ہو؟ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ایمان والوں کو اللہ سے شدید محبت ہوتی ہے۔ فقط یہ نہیں کہا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی بلکہ محبت کا ایک معیار بیان فرما دیا کہ شدید محبت ہو۔

محبت محبت تو کہتے ہیں لیکن
محبت نہیں جس میں شدت نہیں ہے
محبت کے انداز ہیں سب پرانے
خبردار ہو اس میں جدت نہیں ہے

گویا محبت تقاضا کرتی ہے کہ اس میں شدت ہونی چاہیے۔

سلف صالحین کا محبت الٰہی میں استغراق:

یہ شدید محبت انسان کی عبادات میں رنگ بھر دیتی ہے، یہ شدید محبت اس کو تنہائیوں کی لذت عطا کر دیتی ہے، یہ شدید محبت اس کو چپ کا مزہ دے دیا کرتی ہے۔ ہم چپ کا مزہ کیا جانیں؟ ہم تو ہر وقت ٹرٹر کرنے والے ہیں، محفلوں میں ہنسنے کھیلنے والے ہیں۔ ہمیں کیا پتہ کہ خالق سے جب انسان تار جوڑ کر بیٹھتا ہے تو اس وقت کی کیفیت کی لذتیں کیا ہوتی ہیں ذرا ان سے پوچھئے جن کی تار جڑ جاتی ہے۔ ان کے دل و دماغ سے غیر کا خیال بھی نکل جاتا ہے۔

ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ دو سال تک ان کا خادم انکے پاس رہا لیکن حضرت کو اس کا نام ہی یاد نہ ہوا۔ جب وہ سامنے سے گزرتا تو پوچھتے، ارے میاں! تم کون ہو؟ وہ کہتے۔ حضرت! میں آپ کا فلاں خادم ہوں۔ فرماتے اچھا اچھا۔ پھر کچھ دیر بعد سامنے سے گزرتا تو پھر پوچھتے، ارے میاں تم کون ہو؟ وہ کہتے۔ حضرت! میں آپ کا فلاں خادم ہوں پھر فرماتے اچھا اچھا۔ سبحان اللہ۔ ایک نام دل میں ایسا اتر چکا تھا کہ دو سال تک اپنے خادم کا نام پوچھتے رہے مگر اس کا نام دل میں نہ سما سکا۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کے تکرار می کنیم

بعض سلف صالحین جب اذان دینے کیلئے مینارہ پر چڑھتے، اللہ اکبر کہتے اور اللہ کی جلالت شان سے مرعوب ہو کر اسی وقت گرتے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے تھے۔ اللہ اکبر کی آواز ہم بھی سنتے ہیں لیکن ہمارے دلوں پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ محبت وہ جذبہ بیدار نہیں ہے، وہ آگ اندر ابھی لگی نہیں ہے۔ کاش! وہ آگ لگ جائے۔

مستجاب الدعوات لوگوں کی پہچان:

اللہ کا نام دل میں کب اترتا ہے؟ جب سچ اندر اتر جائے، جب انسان کو سچی اور سُچی زندگی نصیب ہو جائے۔ پھر زبان سے نکلتے ہیں اور اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہو جاتے ہیں۔ ایک بات لوہے پر لکیر کی مانند ہے کہ جس انسان کا پیٹ حرام سے خالی ہو گا اور اس کا دل غیر سے خالی ہو گا تو اس آدمی کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کو اللہ رب العزت کبھی خالی نہیں لوٹائیں گے۔ یہ مستجاب الدعوات لوگوں کی پہچان ہے۔

اطاعت کا سرچشمہ:

جب محبت ہوتی ہے تو اطاعت کرنا آسان ہو جاتی ہے۔ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعٌ محبّ جس سے وہ محبت کرتا ہے وہ اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔ اگر انسان اللہ رب العزت سے محبت کرے گا تو اس کیلئے تہجد کیلئے اٹھنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ دیکھیں، چونکہ دل میں مال کی محبت ہوتی ہے اسلئے اگر تہجد کے وقت کوئی ڈاکیا آئے اور وہ یہ کہے کہ میں منی آرڈر لے کر آیا ہوں اور ابھی دینا ہے اور واپس بھی جانا ہے۔ اس وقت جتنی بھی نیند آئی ہوئی ہو گی تو وہ بندہ اٹھ بیٹھے گا اور منی آرڈر وصول کر لے گا۔ اگر انسان اس مال کو حاصل کرنے کیلئے اپنی نیند قربان کر سکتا ہے تو اپنے پروردگار کو راضی

کرنے کیلئے اس وقت کیوں نہیں اٹھ سکتا۔ جب محبت دل میں ہوگی، تو راتوں کو اٹھنے کیلئے اسباب اختیار نہیں کرنا پڑیں گے، خود بخود آنکھ کھل جایا کرے گی، پھر اس وقت انسان دعاؤں کے قافلہ میں شرکت کیلئے تڑپا کرے گا پھر یہ کیفیت ہوگی کہ

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ

ان کے پہلوان کی خوابگاہوں سے الگ رہتے ہیں، اور اپنے رب کو ڈر اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں اور ہم نے جو رزق دیا ہے اسمیں سے خرچ کرتے ہیں۔

خانقاہ فضلیہ میں عاشقوں کا مجمع:

ہمارے حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ خانقاہ فضلیہ مسکین پور شریف میں رات کو سب سالکین ایک جگہ پر سو جایا کرتے تھے۔ جب سو جاتے اور کچھ دیر گزرتی ہے تو ان میں سے کسی ایک پر جذب طاری ہو جاتا اور وہ اونچی آواز سے اللہ اللہ کہنا شروع کر دیتا اس کی آواز سن کر سب کی آنکھ کھل جاتی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کی طبیعت ذرا بحال ہوتی تو سو جاتے۔ ابھی سوتے ہی تھے کہ کسی اور کو جذب ہو جاتا اور وہ اللہ اللہ کہنا شروع کر دیتا۔ ساری رات یونہی سوتے جاگتے گزر جاتی یہ عاشقوں کا مجمع تھا۔

محبت کے غلبہ میں دو بوڑھوں کی لڑائی:

مقامات زواریہ میں ایک عجیب بات لکھی ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ فضلیہ میں دو بوڑھے آدمی آپس میں الجھنا شروع ہو گئے۔ دیکھنے والے بڑے حیران ہوئے کہ یہ دونوں ظاہر میں بڑے نیک اور متقی نظر آتے ہیں، اتباع سنت بھی ان کے جسم پر بالکل ظاہر ہے مگر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ایک اس کو تھپڑ لگاتا ہے اور دوسرا اس کا لگاتا ہے۔ وہ اسے کھینچتا ہے اور وہ اسے کھینچتا ہے اور کچھ باتیں بھی کر رہے ہیں ایک صاحب قریب ہوئے کہ آخر بات کیا ہے۔ جب قریب ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں

محبت الٰہی میں اتنا مستغرق تھے کہ آپس میں بیٹھے ہوئے ان میں سے ایک نے کہہ دیا، ''اللہ میڈا اہے'' یعنی اللہ میرا ہے جب دوسرے نے سنا تو وہ الجھنے لگا کہ نہیں اللہ میڈا اے'' وہ اسے مارتا اور کہتا ہے کہ اللہ میڈا اے اور وہ اسے مارتا ہے اور کہتا ہے اللہ میڈا اے۔ محبت کا کتنا غلبہ تھا کہ دونوں اس بات پر الجھ رہے تھے۔ اللہ اکبر۔

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ پر محبت الٰہی کا رنگ:

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں سنا ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی اللہ کا نام لیتا تھا آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے، شیرینی نکالتے اور اس بندے کے منہ میں ڈالتے اور فرماتے کہ جس منہ سے میرے محبوب کا نام نکلے میں اس منہ کو شیرینی سے کیوں نہ بھر دوں۔

محبوب سے ملاقات کا لطف:

محبت کا فرق بس اتنا ہی ہے کہ ایک مزدور کو لے آیئے اور اس سے کہیے کہ پتھر کو توڑو، مزدوری دیں گے ا۔ وہ پتھر پر ضرب تو لگائے گا مگر اس ضرب میں جذب اور کیفیات شامل نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اس نے مزدوری لینی ہے۔ وہ ضرب تو لگا رہا ہو گا مگر بے دلی کے ساتھ بوجھ سمجھ کر۔ ایک ضرب فرہاد نے بھی لگائی تھی۔ اس کے محبوب نے کہا کہ اسمیں سے دودھ کی نہر نکالئے۔ وہ بھی تیشے کی ضرب لگاتا تھا۔ کسی شاعر نے اس کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا:

ہر ضرب تیشہ ساغر کیف وصال دوست
فرہاد میں جو بات ہے مزدور میں نہیں

وہ تیشے کو جو ضرب لگاتا تھا اسے ضرب پر دوست کے وصل کا کیف نصیب ہوتا تھا۔ اب ہم نمازیں پڑھتے ہیں مزدور والی اور جب دل میں محبت پیدا ہو گی تو پھر فرہاد والی نمازیں پڑھیں گے۔

مجنوں کی ایک نمازی کو سرزنش:

ایک دفعہ نماز پڑھ رہا تھا مجنوں لیلیٰ کی محبت میں غرق تھا۔ وہ اسی مدہوشی میں اس نمازی کے سامنے سے گزر گیا۔ اس نمازی نے نماز مکمل کرنے کے بعد مجنوں کو پکڑ لیا۔ کہنے لگا، تو نے تو میری نماز خراب کردی کہ میرے سامنے گزر گیا۔ تجھے نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے کہا خدا کے بندے! میں مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوں مگر وہ محبت اتنی غالب آئی کہ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میں کس کے سامنے سے گزر رہا ہوں اور تو کیسا خالق کی محبت میں گرفتار ہے کہ نمازیں پڑھ رہا تھا اور تجھے اپنے سامنے سے جانے والوں کا پتہ چل رہا تھا

محبت والوں کی نمازیں:

اس کے برعکس سلف صالحین اپنی نمازوں پر محنت کرتے تھے اسی لیے جب بھی زمین پر ان کا سر پڑتا تھا تو اللہ تعالیٰ ان کے حق میں فیصلے فرمادیتے تھے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جب اذان کہتے تھے تو پہاڑ بھی پارے کی طرح کانپتے تھے۔ شاعر نے کہا:

سنی نہ مصر و فلسطین میں اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشہ سیماب

سبحان اللہ کتنے خلوص سے سجدے کرتے تھے۔ وہ جانتے کہ وہی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول ہے جو انسان خالصتاً اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ کہ حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ شاعر نے آگے آج کے نمازیوں کی حالت بھی بیان کردی، فرمایا:

وہ سجدہ روح زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

محبوب سے وصل کے بہانے:

میرے دوستو! جن کے دل میں محبت الٰہی ہوتی ہے وہ محبوب سے وصل کے

بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والے پانچ نمازیں پڑھتے تو ہیں مگر سیری نہیں ہوتی دل نہیں بھرتا، پھر جی چاہتا ہے کہ محبوب سے ہمکلامی کریں، محبوب کا دیدار کریں۔ کبھی اشراق کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں۔ کبھی چاشت کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی کبھی اوابین کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں، کبھی تہجد کے نوافل کو بہانہ بناتے ہیں کبھی وضو کر کے فوراً دو رکعت کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد کی نیت سے دو رکعت نفل کی نیت کر لیتے ہیں یہ سب بہانے ہیں، حقیقت میں تو پروردگار سے ہمکلامی چاہتے ہیں۔

ہم اپنے بعض سالکین دوستوں کو دیکھتے ہیں کہ فرض اور سنت پڑھتے ہیں اور نفلوں کو نفل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ نہیں، میرے دوستو! اتنی بھی بڑی بات ہے کہ قیامت کے دن اگر فرضوں میں کمی ہوئی تو اس کے بدلے میں نوافل کو شامل کر کے قبول کر لیا جائے گا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ کس زمین پر کس وقت کے کیے ہوئے سجدے پروردگار کی خاص نظر ہو اور وہ سجدہ قبول کر لیا جائے۔ لہٰذا نوافل جس وقت کے بھی شریعت کے مطابق ہوں ان کو ضرور ادا کر لیا جائے۔

مشاہدۂ حق کا راز:

فرض نمازوں کا پڑھنا تو پھر اس سے بہت شان والی بات ہے اس کو تو اہتمام سے پڑھنا چاہیے کیونکہ اس وقت تو محبوب کی طرف سے پیغام آتا ہے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ آجاؤ نماز کی طرف، آجاؤ فلاح کی طرف۔ کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے دنیا میں ڈھونڈتے پھرتے ہو، آؤ! نماز پڑھ لو تمہیں میرا مشاہدہ نصیب ہو جائے گا اور پھر اس کے صدقے تمہیں دنیا میں فلاح نصیب ہو جائے گی۔

سچے صوفی کی پہچان:

میرے دوستو! محبت الٰہی کا جذبہ جن حضرات کے دلوں میں ہوتا ہے تو پھر ان کے

دل میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت کی محبت ان تمام محبتوں پر غالب ہوتی ہے اور یہ کامل مومن کی پہچان ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ بِاَمْرِهٖ

آپ فرما دیجئے کہ تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، تم کو اللہ اور اسکے راستے میں جہاد سے زیادہ پسند ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔

یہی وجہ ہے کہ محبت کرنے والوں کو اعمال کرنے آسان ہوتے ہیں۔ وہ نمازوں کیلئے وقت سے پہلے تیار ہوتے ہیں۔ ظہر کی نماز پڑھتے ہیں تو انہیں عصر کا انتظار ہوتا ہے عصر کی نماز پڑھتے ہیں تو پھر انہیں مغرب کا انتظار ہوتا ہے اور جب رات کو سوتے ہیں تو وہ اس نیت سے سوتے ہیں کہ تہجد کیلئے اٹھیں گے۔

اس لئے امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں کہ تصوف اضطراب کا دوسرا نام ہے۔ اضطراب نہ رہا تو تصوف ختم ہو گیا۔ صوفی ہے ہی وہ جو اللہ کی محبت میں مضطرب رہے۔ شوق میں اشتیاق میں، اس کی بندگی کرنے میں اعمال کرنے میں ہر وقت بے تاب رہے بلکہ ایک جگہ فرمایا کہ صوفی وہ ہے جس کی کیفیت ایسی ہو جیسی کہ قرآن مجید میں بتائی گئی ہے۔ فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ حتی کہ زمین اپنی پوری فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں۔ پھر فرمایا وَظَنُّوْٓا اور ان کا

گمان ہو گیا اَنْ لَا مَلْجَا مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ کہ اللہ کے سوا اب ان کوئی ملجا اور ماوٰی نہیں ہے فرمایا کہ جس بندے میں یہ کیفیت موجود ہے وہ تصوف میں داخل ہے اور جس میں یہ کیفیت موجود نہیں اسے تصوف میں ابھی داخلہ نصیب نہیں ہوا۔

محبت الٰہی میں سرمست نوجوان کے اشعار:

جن میں یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے راز و نیاز کی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ ایک آدمی عجیب عجیب اشعار پڑھتا ہوا جا رہا تھا۔

وَاللّٰہِ مَا طَلَعَتْ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ
اِلَّا وَاَنْتَ فِی قَلْبِیْ وَوَسْوَاسِیْ
وَلَا جَلَسْتُ اِلٰی قَوْمٍ اُحَدِّثُھُمْ
اِلَّا وَاَنْتَ فِیْ حَدِیْثِیْ بَیْنَ جُلَّاسِیْ
وَلَا ذَکَرْتُکَ مَحْزُوْنًا وَلَا طَرِبًا
اِلَّا وَحُبُّکَ مَقْرُوْنٌ بِاَنْفَاسِیْ
وَلَا ھَمَمْتُ بِشُرْبِ الْمَاءِ مِنْ عَطَشٍ
اِلَّا رَاَیْتَ خَیَالًا مِنْکَ فِی الْکَاسِ
وَلَوْ قَدَرْتُ عَلَی الْاِتْیَانِ زُرْتُکُمْ
سُحْبًا عَلَی الْوَجْہِ اَوْ مَشْیًا عَلٰی رَاْسِ

ان کا ترجمہ یہ بنے گا کہ اللہ کی قسم کبھی سورج طلوع نہیں ہوا اور کبھی غروب نہیں ہوا مگر یہ کہ تو میرے دل میں اور خیال میں ہوتا ہے۔ اور میں کبھی کسی مجلس میں نہیں بیٹھا مگر یہ کہ اس مجلس میں تیرا ہی تو ذکر ہو رہا ہوتا ہے۔ اور میں نے کبھی تیرا ذکر نہیں کیا خوشی اور غم کی حالت میں مگر یہ کہ تیری محبت میرے سانسوں میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اور میں

نے کبھی پانی نہیں پیا مگر اس حال میں کہ پانی کے پیالے میں بھی تیرا ہی تصور کر رہا ہوتا ہوں ۔ اور اے محبوب ! اگر مجھے اجازت ہوتی تیری زیارت کو آؤں تو میں اپنے رخسار اور سر کے بل چلتا ہوا تیری ملاقات کو پہنچ جاتا ۔

عشق الٰہی کا عجیب اظہار:

کہتے ہیں کہ مجنوں نے ہر چیز کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا اور زلیخا نے ہر چیز کا نام یوسف رکھ دیا تھا۔ اسی طرح جن کے دلوں میں محبت الٰہی کا جذبہ ہوتا وہ بھی ہر بات کے سامنے اللہ رب العزت کا نام لیتے ہیں ۔

خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار محبت:

حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے محبت الٰہی میں پنجابی میں کچھ اشعار کہتے ہیں فرماتے ہیں ۔

میڈا عشق وی تو میڈا یار وی توں
میڈا دیں بھی تو ایمان وی توں
میڈا جسم بھی تو میڈی روح بھی توں
میڈا قلب بھی تو جند جان بھی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکوتاں
میڈی صوم و صلوٰۃ اذان وی توں
میڈا زہد عبادت طاعت تقویٰ
علم وی توں عرفان وی توں
میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں

میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
میڈی آس امید تے کھٹیا وٹیا
میڈا تکیہ مان تران وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں
میڈا شرم وی توں میڈی شان وی توں
میڈی خوشیاں دا اسباب وی توں
میڈے سولاں دا سامان وی توں
میڈی مہندی کجل مساگ وی توں
میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
میڈا حسن بھاگ سہاگ وی توں
میڈا بخت تے نام نشان وی توں
جے یار فرید قبول کرے
سرکار وی توں سلطان بھی وی توں
میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

الف ہکو ہم بس وے میاں جی
بے تے دی میکوں لوڑ نہ کائی
الف کیتم بے وس وے میاں جی
دل وچ چاہت ہونہ کائی
الف لیم دل کھس وے میاں جی
ایں شاہت ساہت وے میاں جی

جیندیاں مر دیا یاوی رہساں
دوسری ہور ہوس دے میاں جی
رانجھن میڈا تے میں رنجھن وی
روز ازل وی حق وے میاں جی
عشقوں مول فرید نہ پھر سوں
روز نویں ہم چس وے میاں جی

سبحان اللہ! یہ بات کون کر سکتا ہے؟ جس کا دل محبت الٰہی بھرا ہوا ہو۔ یہ بے اختیاری کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ عقل کی باتیں نہیں بلکہ عشق کی باتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے اپنے دل کو کھول کر کاغذ پر رکھ دیا تھا۔

محبت الٰہی لاکھ روپے کا شعر:

حضرت مجذوب رحمتہ اللہ علیہ حضرت اقدس تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے انہوں نے ایک شعر لکھا اور اپنے پیر و مرشد کو سنایا۔ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے شعر سن کر فرمایا کہ اگر میں صاحب استطاعت ہوتا تو ایک لاکھ روپے انعام دے دیتا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب سکول جانے کیلئے ایک پیسہ بھی نہیں ملتا تھا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب انجینیر کی تنخواہ ہزار روپے ہوا کرتی تھی۔ وہ شعر کیا تھا؟ بڑا مختصرا، بہت سادہ ،دل میں اتر جانے والا، عجیب بات کہی مگر حکایت دل بیان کر دی۔ فرمایا:

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حضرت چلاسی رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار محبت:

حضرت چلاسی رحمتہ اللہ علیہ نے تو یہاں تک کہہ دیا:

مرا طعنہ دہد واعظ بعشقت
تو ہم یک بار سوئے او نظر کن
ورا مانند ما دیوانہ گرداں
تکبر از دماغ او بدر کن
چلاسی خواب در ہجراں حرام است
شب ہجراں ۔ بفریادے سحر کن

کہ اے اللہ! ہم تیرے عشق کے طالب ہیں اور واعظ مجھے تیرے عشق کا طعنہ دیتا ہے۔ تو ذرا اس واعظ کے دل پر بھی نظر ڈال دے۔ اسے بھی میری طرح دیوانہ بنادے اور اس کے دماغ سے تکبر کو دور کر دے۔ چلاسی! جدائی میں سو جانا حرام ہے لہٰذا جدائی کی یہ رات تو اس کی یاد میں روتے ہوئے گزار دے۔ سبحان اللہ۔

عاشق کا کام:

یاد رکھیں کہ عاشق جس حال میں بھی ہو وہ محبوب کی محبت میں ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے اور روتا رہتا ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب بات کہی:

عاشق دا کم رونا دھونا تے بن رون نہیں منظوری
دل رووے چاہے اکھیاں رووِن تے وچ عشق دے رون ضروری
کوئی تے رووے دید دی خاطر تے کوئی روندے وچ حضوری
اعظم عشق وچ رونا پیندا بھانویں وصل ہوئے بھانویں دوری

کچھ دوست سوچتے ہوں گے یہ بھی دیوانہ اور مجنون آدمی ہے کہ اللہ کی محبت اور عشق کی باتیں کر بیٹھتا ہے۔ ہاں بھئی ٹھیک ہے آپ نے دنیا کی محبت دیکھی ہوگی۔ کاش! اللہ رب العزت کی محبت کی شیرینی بھی چکھ لیتے۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جذبۂ دانش و فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ہو اگر

آج محبت الٰہی کا جذبہ کیوں کم ہو گیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس کی خواہشات غالب آ چکی ہیں۔ انسان کی خواہشات یوں سمجھئے جیسے ایک بلب جل رہا ہو اور اس کے اوپر ٹوکری رکھ دیں تو کمرے میں اندھیرے ہو جائے گا۔ غافل مومن کی مثال یہی ہے کہ اس کا بلب روشن ہے کیونکہ اس نے کلمہ پڑھ لیا مگر اس کے اوپر غفلت کی ٹوکری آ گئی اسی لئے اس بیچارے کے دل میں اندھیرا ہے۔ اگر یہ اس غفلت کی ٹوکری کو دور ہٹا دے گا تو یہ دل کا بلب اسی وقت جگمگا اٹھے گا۔

محبت الٰہی پیدا کرنے کے ذرائع:

اللہ رب العزت نے فرمایا: ''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ ولایت کا یہ ابتدائی درجہ ہے جو کلمہ پڑھنے والے ہر بندے کو نصیب ہوتا ہے مگر اس کو اور بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اس کو بڑھانے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک ذکر اللہ اور دوسری صحبت اولیاء اللہ۔

شیخ عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مَنْ لَا وِرْدَلَہٗ لَا وَارِدَلَہٗ جس کے ورد و وظائف نہیں ہوں گے اسکے اوپر واردات و کیفیات نہیں ہوں گی۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ کوئی نقشبندی ہے۔ کوئی چشتی ہے، کوئی قادری ہے، کوئی سہروردی ہے، اگر دل میں ایک خدا کی یاد ہے تو تم سب کچھ ہو ورنہ تم کچھ نہیں ہو۔

میرے دوستو! یہ محبت الٰہی کا جذبہ درد دل کی بات ہے، یہ مشینوں کے پاس بیٹھ کر، دکانوں پر بیٹھ کر، سڑکوں پر بیٹھ کر بیدار نہیں ہوگا بلکہ اسکے لئے تو اہل دل کے پاس آنا پڑتا ہے۔

تمنا درد دل کی ہو تو خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں کی

کیوں؟ اس لئے کہ:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا:

میرے دوستو! جب آدمی اولیاء اللہ کی صحبت میں آتا ہے تو پھر اس کی زندگی بدل جاتی ہے اسی لئے کسی نے کہا:

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

شعراء میں سے استاجگر ایک عظیم شاعر تھے۔ ان کی ابتدائی زندگی بڑے غافلانہ تھی خوب پیتے تھے۔ وہ مے نوش نہ تھے بلانوش تھے۔ مشاعروں میں کہیں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ملنا جلنا ہوا۔ حضرت اقدس تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اس وقت حضرت مجذوب رحمتہ اللہ علیہ محکمہ تعلیم میں Collector (کلکیٹر) کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اتنی اچھی دنیاوی تعلیم مگر چونکہ دل کی گھنڈی کھل چکی تھی لہٰذا درویشی غالب تھی۔ ایسے ایسے اشعار کہے جیسے موتیوں کو انہوں نے مالا میں پرو دیا ہو۔

استاد جگر ان کی فقیرانہ زندگی سے بڑے متاثر ہوئے۔ ایک دفعہ جگر صاحب کہنے لگے جناب! آپ سے مسٹر کی ''ٹر'' کیسے ''مس'' (Miss) ہوئی۔ انہوں نے کہا، تھانہ بھون جا کر۔ کہنے لگا، کبھی میں بھی جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا، بہت اچھا۔ اب حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے محنت کرنا شروع کر دی۔ صادقین کی صحبت کے بارے میں تفصیلات بتانا شروع کر دیں۔ ایک دفعہ انہوں نے پوچھا، سنایئے حضرت! کیا حال ہے؟ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے عجیب اشعار سنا دیئے۔ فرمایا:

پنشن ہو گئی ہے کیا بات ہے اپنی
اب دن بھی ہے اپنی اور رات بھی اپنی

اب اور ہی کچھ ہے میرے دن رات کا عالم
ہر وقت ہی رہتا ہے ملاقات کا عالم

جب انہوں نے یہ اشعار سنے تو دل میں سوچنے لگے کہ ان کے دل میں محبت الٰہی اتنی بھری ہوئی ہے ان کے شیخ کے دل کا کیا عالم ہوگا۔ چنانچہ کہنے لگے، تھانہ بھون تو جاؤں گا لیکن میری ایک شرط ہے۔ فرمایا، وہ کونسی؟ کہنے لگے کہ وہاں جا کر بھی پیئے گا، یہ میری عادت ہے اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ حضرت مجذوب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، میں حضرت سے پوچھوں گا۔ پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ یہاں کر آ کر پیئوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کہ بھئی! خانقاہ عوامی جگہ ہے یہاں پر تو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کیونکہ کیونکہ شراب نوشی معصیت (گناہ) ہے۔ البتہ میں اسے اپنے گھر میں مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالوں گا۔ کیونکہ مہمان کو اپنی ہر عادت پوری کرنے کی اجازت ہے کافر کو بھی مہمان بنا سکتے ہیں۔

چنانچہ جگر صاحب تیار ہو کر وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر پینا تو کیا، حضرت کے چہرے کو دیکھتے ہی بات دل میں اتر گئی۔ کہنے لگے، حضرت! تین دعائیں کروانے آیا ہوں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا وہ کونسی؟ کہنے لگا پہلی دعا یہ کیجئے کہ میں پینا چھوڑ دوں۔ حضرت نے دعا فرما دی۔ دوسری دعا یہ کیجئے کہ میں دعا یہ کیجئے کہ میں داڑھی رکھ لوں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے بھی دعا فرما دی۔ اور تیسری دعا یہ کیجئے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دعا بھی فرما دی۔ سبحان اللہ، صحبت اور شیخ کی توجہ رنگ لا رہی ہے۔ چنانچہ اسی محبت وعقیدت کے ساتھ حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا۔ جب وہ واپس ہوئے تو زندگی بدلنا شروع ہو گئی۔

ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ نہ پیئوں گا تو کیا ہوگا؟ اگر میں اللہ کو ناراض کر بیٹھا اور نفس کو خوش کر لیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے پینے سے توبہ کر لی۔ چونکہ بہت عرصہ سے پی رہے تھے اس لئے بیمار ہو گئے۔ ہسپتال گئے۔

ڈاکٹروں نے کہا کہ یکدم چھوڑنا تو ٹھیک نہیں، تھوڑی سی پی لیں وگرنہ موت آجائے گی۔ پوچھنے لگے، تھوڑی سی پی لوں تو زندگی کتنی لمبی ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا دس پندرہ سال۔ کہنے لگے، دس پندرہ سال کے بعد بھی تو مرنا ہے۔ بہتر ہے کہ ابھی مر جاؤں تا کہ مجھے توبہ کا ثواب تو مل جائے۔ چنانچہ پینے سے انکار کر دیا۔

اسی دوران ایک مرتبہ عبدالرب نشتر سے ملنے گئے۔ ماشاءاللہ وہ اس وقت وزیر تھے۔ انکا تو بڑا پروٹوکول تھا۔ یہ جب ان سے ملنے گئے تو جسم پر پھٹے پرانے کپڑے تھے اور بال بھی ایسے ہی، شکل وصورت بھی بالکل سادہ تھی۔ جب وہاں گئے تو چوکیدار نے سمجھا کہ کوئی مانگنے والا فریاد لے کر آیا ہوگا۔ چنانچہ اس نے کہا، جاؤ میاں! وہ مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا، اچھا۔ اپنے پاس سے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نکالا اور اس پر ایک مصرعہ لکھ کر عبدالرب نشتر کو بھیجا دیکیونکہ وہ بھی صاحب ذوق تھے۔ عجیب مصرعہ لکھا:

نشتر کو ملنے آیا ہوں میرا جگر تو دیکھ

کنایہ دیکھئے کیا ہی استادانہ بات کہی! جب کاغذ کا یہ پرزہ وہاں گیا تو عبدالرب نشتر اس پرزہ کو لے کر باہر نکل آئے۔ کہا، جناب! آپ تشریف لائے ہیں، اور اندر لے گئے، بٹھایا اور حال پوچا، چنانچہ بتایا کہ زندگی کا رخ بدلیا ہے۔

تھوڑے ہی عرصے بعد چہرے پر سنت سجالی۔ لوگ ان کو دیکھنے کیلئے آتے تو انہوں نے اس حالت پر بھی شعر لکھ دیا۔ اب چونکہ طبیعت سے تکلفات ختم ہو گئے تھے، سادگی تھی، اسلئے سیدھی سیدھی بات لکھ دی۔ فرمایا:

چلو دیکھ آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلماں ہوا

شیخ کامل کی صحبت سے جگر پر پھر ایسی واردات ہوتی تھیں کہ عارفانہ اشعار کہنا شروع کر دیئے۔ چنانچہ ایک وہ وقت آیا کہ اللہ رب العزت نے ان کو باطنی بصیرت عطا فرما دی۔ ایک ایسا شعر کہا جو لاکھ روپے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اس ساری تفصیل کے

سنانے کا اصل مقصد بھی یہی شعر سنانا ہے جو اس عاجز کو بھی پسند ہے۔ یہ شعر یاد کرنے کے قابل ہے:

میرا کمال عشق میں اتنا ہے بس جگرؔ
وہ مجھ پہ چھا گیا

فنا فی اللہ کا مقام:

میرے دوستو! یہ کیفیت انسان میں اس وقت آتی ہے جب فنائے قلبی نصیب ہو جائے۔ یہ تصوف کا پہلا قدم ہے۔ جب فنا نصیب ہو جاتی ہے تو انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْفَانِیْ لَایُرَدُّ کہ فانی واپس نہیں آتا۔ یعنی پھر گرتا نہیں ہے۔ اس سے پہلے پہلے گر بھی سکتا ہے جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ بعض سالکین کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فانی کیوں نہیں لوٹ سکتا۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آسان سی مثال وسمجھائی۔ فرماتے ہیں کہ جیسے کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد پھر نا بالغ نہیں ہو سکتا اسی طرح جس نے فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیا وہ طریقت کا بالغ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اسے گرنے سے محفوظ فرما لیں گے۔ تو ذکر کو ایک ایسے نقطہ تک پہنچانا ضروری ہے کہ جس پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت نصیب ہو جائے۔ وگرنہ میرے دوستو! اس سے پہلے کئی لڑکھڑا جاتے ہیں معلوم نہیں کہ کس وقت ہمارے ساتھ کیا معاملہ بن جائے۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

چار دن کی چاندنی:

عشق انسان کیلئے ایک طبیب کا درجہ رکھتا ہے اس سے مراد عشق الٰہی ہے، دنیا کا حسن نہیں۔ یہ تو چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات۔ دنیا والے تو جب حسینوں کو دیکھتے

ہیں تو وہ رنجیدہ جاتے ہیں، ان کو وضو ٹوٹ جاتا ہے، ایمان کمزور ہو جاتا ہے، متزلزل ہو جاتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ یہ غازی، یہ ڈٹمپر اللہ والوں کو پیغمبر کی راہ سے نہیں ہٹا سکتے

خاک ہوجائیں گے قبروں میں حسینوں کے بدن
ان کے ڈٹمپر کی خاطر راہ پیغمبر نہ چھوڑ

اللہ کی قسم! جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ڈور جڑ جاتی ہے وہ دنیا کے حسینوں کی طرف دیکھنا تو کیا ان کی طرف تھوکنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ان کے سامنے زلف فتنہ گر، دم خر (گدھے کی دم) بن جایا کرتی ہے۔

ایک تفسیر:

یہ فنایت قلبی پیدا کرنے کیلئے دل پر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: یَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اٰمِنُوْا کا مطلب ہے اِتَّقُوْا کہ تم اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو۔ زبان سے الفاظ ادا کرنے والو! ان میں حقیقت بھی پیدا کرلو، زندگی اس کے تقاضوں کے مطابق ڈھال لو۔ میرے دوستو بات کرنا آسان ہے مگر دل میں اس کی حقیقت کا اتارنا بہت مشکل کام ہے۔ انسان کا نفس ایسا مکار ہے کہ اسکا زور جلدی نہیں ٹوٹتا۔ اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا:

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

باہر کی مسجد بنانا آسان اور اس (دل) کو مسجد بنانا مشکل۔

بیت اللہ کے مفہوم میں وسعت:

یہ قلب عبداللہ (انسان کا دل) عرش اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے اور اللہ کے گھر کو ہی تو مسجد کہتے ہیں۔ بیت اللہ دنیا کی مسجدوں کی ماں ہے۔ باقی سب

مسجدیں گویا اس کی بیٹیاں ہیں کیا بیت اللہ میں معاذ اللہ اللہ تعالیٰ رہتے ہیں؟ نہیں نہیں، بلکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات کا ورود ہوتا ہے د۔ وہاں تجلیات ذاتیہ وارد ہوتی ہیں جس طرح بیت اللہ پر تجلیات وارد ہوتی ہیں اسی طرح جو بندہ اپنے دل کو بنالیتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات (ذاتیہ) اس بندہ کے دل پر بھی وارد ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا ''لَایَسَعُنِیْ اَرْضِی وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُؤْمِن (نہ میں زمینوں میں سماتا ہوں نہ آسمانوں میں سماتا ہوں بلکہ میں مومن بندہ کے دل میں سماجاتا ہوں۔)

میرے دوستو! ہم اپنے گھر کی صفائی تو روزانہ کروائیں تاکہ بدبو نہ آئے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنا گھر کہیں اس میں گناہ کبیرہ کی نجاست پھیلائیں اس کے گھر کے اندر اگر ہم گناہوں کی نجاست پھیلائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اس گھر کی طرف نگاہ رحمت سے کیسے دیکھیں گے۔

مردہ دل کی پہچان:

ایک شخص حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، حضرت! پتہ نہیں ہمیں کیا ہوگیا ہے؟ ہمارے دل تو شاید سو گئے ہیں۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہا، حضرت آپ وعظ فرماتے ہیں، قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں مگر ہمارے دلوں پر اثر نہیں ہوتا، یوں لگتا ہے کہ ہمارے دل سو گئے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا بھئی! اگر یہ حال ہے تو پھر یہ نہ کہو کہ دل سو گئے بلکہ یوں کہو کہ دل مو گئے۔ دل مر گئے۔ اس نے کہا، حضرت دل کیسے مر گئے؟ فرمایا بھئی جو سویا ہوا اسے جھنجوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں وہ تو مویا ہوا ہوتا ہے قرآن وحدیث جسے سنائی جائے اور وہ اگر پھر بھی نہ جاگے تو وہ سویا ہوا نہیں بلکہ مویا ہوا ہوتا ہے۔

دل کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے:

جی ہاں، انسان کا دل بسا اوقات گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے مرجاتا ہے۔ مگر اسے زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

پرائے مرض کا علاج دل کو زندہ کرنا ہے۔ دل زندہ ہوگیا تو ہمارے اعمال میں جان آجائے گی۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ زندگی کی بہار آجائے گی۔

دل گلستان تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں کیا ہوا عالم بیاباں ہو گیا

آج ہمارے اعمال بے جان کیوں ہیں؟ اس لئے کہ قلب میں محبت الٰہی کی وہ کیفیت نہیں جو ہونی چاہیے تھی۔ اس محبت کے ساتھ جو آدمی عمل کر لیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو وہ اعمال پسند آجاتے ہیں۔ اگر دل پر محنت کر کے شیشے کی طرح چمکا دیا جائے تو پھر دیکھئے کہ اللہ رب العزت انسان کو کیسی کامیابیاں عطا فرماتے ہیں۔ وہ پروردگار عالم کا مقرب اور چنا ہوا بندہ بن جاتا ہے۔ اس کے قدم جدھر لگ جائیں زمین کے وہ ٹکڑے خوش ہو جاتے ہیں۔

بندۂ مومن کی دعا کی شان:

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ جب مومن کی دعا کے الفاظ اوپر پہنچتے ہیں تو فرشتے حیران ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بڑی مانوس آواز ہے، یہ آواز تو وہی ہے جو ہم پہلے بھی سنا کرتے تھے، فرشتے اس دعا کیلئے دروازے کھولتے چلے جاتے ہیں۔ اس بندہ کی آواز اللہ کے حضور پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کا شرف عطا فرما دیتے ہیں۔ اللہ اکبر۔

محبت الٰہی کے اثرات

میرے دوستو! جب محبت الٰہی دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو یہ انسان کو اوج ثریا پر پہنچا دیتی ہے، جس آنکھ میں محبت سما گئی وہ نگاہ نگاہ ناز بن گئی، جس زبان میں محبت سما گئی وہ زبان شجر موسوی کا مصداق بن گئی، جس دل میں محبت الٰہی سما گئی وہ قلب عرش اللہ کا مصداق بن گیا، جس شخصیت میں محبت الٰہی سما گئی وہ شخصیت برکاتِ الٰہی کا سرچشمہ بن گئی غرض یہ محبت الٰہی انسان کو اتنا اونچا اٹھاتی ہے کہ یہ خاک کی مٹھی فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ جاتی ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

جب انسان حقیقی معنوں میں انسان بن جائے تو پھر اس کی ذات میں، کلام میں، نگاہ میں اور ہاتھوں میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے اعمال میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ نمازیں پڑھتے ہیں تو اس کا مزہ اور ہوتا ہے، مہمان نوازی کا مزہ اور ہوتا ہے، راتوں کو اٹھنے کا مزہ اور۔ ان کی پوری زندگی راتوں کو جاگنے میں گزر جاتی ہے۔

مجھ کو نہ اپنا ہوش نہ دنیا کا ہوش ہے
بیٹھا ہوں مست ہو کے تمہارے خیال میں
تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی
راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں

ان باتوں کی وضاحت دو مثالوں سے سمجھئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی مردے سے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فرماتے تو اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لئے اس مردے کو زندہ فرما دیتے تھے۔ آج ہم سب مل کر کسی مردے کو قُمْ بِاِذْنِ

اللّٰہِ کہیں تو کیا وہ زندہ ہو جائے گا؟ تو کیا وہ کھڑا ہو جائے گا؟ نہیں کھڑا ہو گا۔ حالانکہ الفاظ وہی ہیں مگر کہنے والی زبان میں فرق ہے۔ ان کی زبان ایسی مبارک تھی کہ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ کے الفاظ نکلتے تھے۔ اور مردے کھڑے ہو جاتے تھے۔

آئی جی پولیس کی مثال:

ایک عام آدمی سڑک پر جا رہا ہو اور وہ کسی پولیس والے کو دیکھے وہ ٹھیک کام نہیں کر رہا اس پر وہ پولیس والے سے کہے کہ میں نے تمہیں نوکری سے معطل کر دیا ہے تو کیا وہ پولیس والا معطل ہو جائے گا؟ نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ اس کی گردن ناپے گا کہ تو کون ہوتا ہے ایسی بات کرنے والا۔ اس کے بعد اگر اسی سڑک سے آئی جی پولیس گزرے اور اسی پولیس والے کو بلا کر کہے کہ تیرا پیٹی نمبر کیا ہے؟ جاؤ میں نے تمہیں معطل کر دیا۔ اب وہ معطل ہو جائے گا یا نہیں؟ ضرور معطل ہو جائے گا، حالانکہ الفاظ وہی ہیں۔ ایک عام آدمی نے کہا تو اس نے الٹا اس کی جان کا مخالف بنا دیا اور وہی الفاظ آئی جی پولیس نے کہے تو وہ معطل ہو گیا۔ فرق کیا ہے؟ فرق یہ ہے کہ آئی جی کو ایک مقام حاصل ہوتا ہے جبکہ عام آدمی کو وہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے کردار اور گفتار میں تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن

ایک صحابی کی گفتار میں تاثیر:

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جب فارس پر حملہ کیا تو ایک ایسے شہر کا محاصرہ

کیا جسمیں بادشاہ کا تخت بھی تھا۔ محاصرہ کیے ہوئے مسلمانوں کو کافی دن گزر گئے۔ بادشاہ نے اپنے ہمنواؤں سے مشورہ کیا کہ ان لوگوں سے کیسے چھٹکارا حاصل کریں، یہ تو جدھر بھی قدم اٹھاتے ہیں کامیاب ہو جاتے ہیں، اگر یہ ہم پر مسلط ہو گئے تو ہم کیا کریں گے۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ بادشاہ سلامت! آپ ان کو بلا کر اپنا دبدبہ اور جاہ جلال دکھائیں یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں، یہ ہمارے مال و دولت سے ڈر جائیں گے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے پیغام بھجوایا کہ صلح کیلئے کوئی بندہ بھیجو جو مذاکرات کرے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے ایک صحابیؓ کو اس کی طرف روانہ کیا۔

یہ ایسے صحابیؓ تھے جن کرتا پھٹا ہوا تھا اور ببول کے کانٹوں سے سلا ہوا تھا۔ ان کے بیٹھنے کیلئے گھوڑے پر زین نہیں تھی بلکہ ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر آئے اور ہاتھ میں صرف نیزہ تھا وہاں جا کر بادشاہ کے تخت پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ کو بڑا غصہ آیا کہنے لگا، تمہیں کوئی لحاظ نہیں کہ تم کس کے پاس آئے ہو نہ کوئی آداب کا خیال، نہ طریقہ نہ سلیقہ۔ فرمایا کہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بادشاہوں کے دربار میں اسی شان سے آنے کا طریقہ سکھایا ہے۔ یہ سن کر اسے بڑا غصہ آیا۔ کہنے لگا تم کیا چاہتے ہو؟ فرمایا اَسْلِمْ تَسْلِمْ اسلام قبول کر لے سلامتی پا جا۔ کہنے لگا، نہیں قبول کرتا۔ فرمایا کہ اگر نہیں قبول کرتا تو پھر حکومت ہماری ہوگی اور تمہیں رہنے کی پوری آزادی ہوگی۔ اس نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی حکومت ایسے بھوکے ننگے غریب لوگوں کے حوالے کر دیں؟ صحابی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، اچھا یاد رکھنا کہ اگر یہ بات نہ مانی تو تمہارے ساتھ جنگ کریں گے۔ تلوار ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گی اور تمہاری بیٹیاں ہمارے بستر بنایا کریں گی۔

پھر دربار میں تلواروں کے سایہ میں بادشاہ کو اس طرح بے خوف ہو کر ایک بات کہہ دی۔ درباریوں کے سامنے یہ بات سن کر بادشاہ کا پسینہ چھوٹ گیا۔ اس کی بڑی سبکی ہوئی۔ کہنے لگا، اچھا! تمہاری تو یہ زنگ بھری تلواریں ہیں، تم ان کے ساتھ ہمارا کیا مقابلہ کرو گے؟ آپ تڑپ کر بولے اے بادشاہ! تم نے ہماری زنگ بھری تلواروں کو تو دیکھا

ہے لیکن تلواروں کے پیچھے والے ہاتھوں کو نہیں دیکھا، تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کن ہاتھوں میں یہ تلواریں ہیں۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا دیا، اللہ رب العزت نے ان کو کامیابی سے ہمکنار فرما دیا۔ جی ہاں، جو غیر اللہ سے نہیں ڈرتے اللہ تعالیٰ ان کی گفتار میں یوں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں۔

لگاتا تھا تو جب نعرہ تو خیبر توڑ دیتا تھا
حکم دیتا تھا دریا کو تو رستہ چھوڑ دیتا تھا

مفتی الٰہی بخش نقشبندیؒ کی گفتار میں تاثیر:

کاندھلہ میں زمین ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جس پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھگڑا تھا۔ ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے ہم یہاں مندر بنائیں گے اور مسلمان کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے ہم یہاں مسجد بنائیں گے۔ جب دونوں طرف سے اس قسم کی باتیں ہونے لگیں تو پورے شہر کے اندر آگ لگنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ انگریز حکمران تھا۔ وہ پریشان ہوا کہ اب اس بات کو کیسے سنبھالا جائے۔ مقدمہ عدالت میں پہنچ گیا۔ جج انگریز تھا۔ اسکے سامنے مسلمان بھی کھڑے تھے اور ہندو بھی۔ جج نے کہا کوئی ہمارے پاس تجویز ہے جج نے پوچھا، وہ کونسی؟ کہنے لگے، ہم ایک مسلمان عالم کا نام بتا دیتے ہیں۔ آپ ان کو اپنے پاس بلا لیجئے، اور ان سے پوچھ لیجئے کہ یہ جگہ کس کی ہے اگر وہ کہیں کہ ہندوؤں کی ہے تو ہمارے حوالے کر دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ مسلمانوں کی ہے تو ان کے حوالے کر دیجئے۔ مگر ہم ان کا نام صرف آپ کو تنہائی میں بتائیں گے، لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔ جج نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا آپ کو یہ منظور ہے؟ مسلمانوں نے سوچا کہ وہ مسلمان ہو گا لہٰذا وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا۔ چنانچہ کہنے لگے، ہاں منظور ہے۔ جج نے فیصلہ کیلئے اگلی تاریخ دے دی۔

جج نے ہندوؤں سے تنہائی میں نام پوچھا تو انہوں نے مفتی الٰہی بخش کا نام بتایا جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے باہر نکل کر دوسرے ہندوؤں نے

اپنے نمائندوں کی بڑی ملامت کی کہ تم نے ایک مسلمان کا نام دے دیا ہے۔ وہ تو مسلمانوں کے حق میں گواہی دے گا، تم نے اتو اپنے ہاتھوں سے خود ہی زمین دے دی مگر مسلمانوں کے دل بڑے خوش تھے کہ ایک مسلمان کی گواہی لے لی جائے چنانچہ وہ خوشیاں منانے لگے۔

جب اگلی تاریخ تو کثیر تعداد میں لوگ عدالت پہنچ گئے۔ مفتی الٰہی بخش رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ جج نے مفتی صاحب سے کہا، جناب! آپ بتائیے کہ یہ زمین مسلمانوں کی ہے یا ہندوؤں کی؟ مسلمان خوش تھے کہ ابھی کہیں گے کہ مسلمانوں کی ہے مگر مفتی صاحب نے فرمایا، یہ زمین ہندوؤں کی ہے۔ جج نے پوچھا کیا اس زمین پر ہندو اپنا گھر بنا سکتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا جب ہندوؤں کی ملکیت ہے تو مندر بنائیں ان کی مرضی، ان کو اختیار ہے۔ چنانچہ جج نے اسی وقت ایک تاریخی فیصلہ الفاظ میں لکھا:

''آج اس مقدمے میں مسلمان ہار گئے مگر اسلام جیت گیا''

جب جج نے یہ فیصلہ سنایا تو ہندوؤں نے کہا، کہ جج صاحب! آپ نے فیصلہ ہمارے حق میں دے دیا ہے۔ ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اب ہم اپنے ہاتھوں سے اس جگہ مسجد بنائیں گے۔ سبحان اللہ۔

ایک اللہ والے کی زبان سے نکلی ہوئی سچی بات کا اثر یہ ہوا کہ ہندوؤں نے اسلام بھی قبول کیا اور اپنے ہاتھوں سے مسجد بھی بنا دی۔ کسی نے کیا ہی اچھی بات کہی:

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

حضرت محمد دربندی رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ میں تاثیر:

میرے دوستو! جس آدمی کے دل میں محبت الٰہی رچ بس جاتی ہے پروردگار عالم اس کی برکت سے ایسے ایسے بڑے کام کروا دیتے ہیں جو بڑی بڑی قومیں مل کر نہیں کر سکتیں۔

ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں میں غفلت کی عجیب کیفیت تھی ۔ تاتاری آندھی کی طرح اٹھے اور انہوں نے مسلمانوں سے تخت و تاج چھین لیا۔ بغداد میں ایک دن اڑھائی لاکھ مسلمانوں کا ذبح کیا گیا۔ مسلمانوں پر ان کا اتنا رعب تھا کہ ایک مقولہ بن گیا کہ اگر تمہیں کوئی کہے کہ فلاں محاذ پر تاتاریوں نے شکست کھائی تو اسے تسلیم نہ کرنا۔

دربند ایک شہر تھا۔ تاتاریوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو وہاں کے سب مسلمان شہر سے بھاگ نکلے۔ مگر خواجہ محمد دربندی رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے ایک خادم خاص مسجد میں بیٹھے رہے۔ جب تاتاری شہزادہ شہر میں داخل ہوا تو مسلمانوں کے دولت اور مال سے بھرے ہوئے عالیشان گھروں کو دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ دیکھو، دشمن اتنا ڈرپوک ہے کہ اپنی ناز و نعمتوں سے بھری جگہوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اس نے فوجیوں سے کہا کہ پورے شہر میں دیکھو کوئی آدمی موجود تو نہیں۔ اس کو اطلاع ملی کہ دو بندے موجود ہیں۔ اس نے کہا گرفتار کر کے پیش کرو۔ چنانچہ فوجی آئے اور انہوں نے ان دونوں کو زنجیروں سے باندھ دیا۔

وہ ان کو لے کر شہزادے کے سامنے پیش ہوئے۔ شہزادے نے دیکھ کر کہا کہ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ اس شہر میں ہم داخل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں معلوم تھا۔ وہ کہنے لگا، پھر تم شہر چھوڑ کر کیوں نہیں نکلے؟ فرمایا ہم تو اللہ کے گھر کے بیٹھے تھے۔ اس نے کہا، تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کے گھر کے بیٹھے تھے، تمہیں پتہ نہیں کہ ہمارے پاس تلواریں بھی ہیں، تمہیں پتہ نہیں کہ ہم نے تمہیں زنجیروں سے باندھا ہوا ہے؟ انہوں نے فرمایا، یہ زنجیریں کیا ہیں؟ کہنے لگا، کیوں؟ فرمایا، یہ زنجیریں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں وہ حیران ہوا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں کہ وہ زنجیریں کچھ نہیں کر سکتیں۔ کہنے لگا، تمہیں ان زنجیروں سے ہمارے سوا کوئی نہیں چھڑا سکتا۔ فرمایا، کیا کوئی نہیں چھڑا سکتا؟ حضرت محمد دربندی رحمتہ اللہ علیہ کو جلال آیا اور وہیں کھڑے کھڑے شہزادے کے سامنے کہا ''اللہ'' اللہ کے لفظ سے زنجیریں ایسے ٹوٹیں جیسا کہ کچا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس سے

شہزادے کے دل پر رعب بیٹھ گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ ان کو اسی شہر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ شہزادے کو ان سے عقیدت ہوگئی۔ لہٰذا وہ کبھی کبھی ان بزرگوں کے پاس آتا جاتا۔ حضرت دربندی رحمتہ اللہ علیہ نے اسکے سینے پر نگاہیں گاڑ کر اس کے دل کی دنیا کو بدلا۔ حتی کہ ایک وقت آیا کہ اسکے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس کی وجہ سے دوسرے شہزادے بھی مسلمان ہوگئے۔ اس طرح اللہ تعالٰی نے پوری سلطنت پھر مسلمانوں کے حوالے فرمادی:

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

جو کام پوری قوم نہ کرسکی اللہ کے ایک بندے نے وہ کام کردیا۔

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ نگہ کی تیر بازی وہ سپہ کی تیر بازی

حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتار میں تاثیر:

محبت الٰہی سے انسان کے کلام میں تاثیر پیدا ہوجاتی ہے۔ وہی باتیں آپ عام بندے سے بھی سنیں گے مگر طبیعت پر اثر نہیں ہوگا اور اگر کسی عشق والے کامل بندے سے سنیں گے تو طبیعت پر اثر ہوگا۔ الفاظ ایک جیسے ہوں گے مگر الفاظ کہنے والی زبان میں فرق ہوگا۔ مشائخ نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے شاہ رکن الدین فارغ التحصیل ہوکر آئے۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، رکن الدین! کچھ نصیحت کرو۔ رکن الدین نے بڑا علم حاصل کیا تھا۔ لہٰذا اٹھے اور بڑی معرفت کی باتیں بیان کرنا شروع کردیں، بڑے نکات بیان کیے۔ مجمع خاموشی سے سنتا رہا مگر کسی کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب انہوں نے بیان مکمل کرلیا تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ہاں رکن الدین! رات ہم نے اپنے لئے دودھ رکھا تھا، بس ایک بلی آئی وہ دودھ پی کر چلی گئی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ

کے الفاظ کہنے ہی تھے کہ مجمع لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا، بیٹے ! آپ نے معاف بیان کیے مگر مجمع پر اثر انداز نہ ہوئے۔ میں نے تو اتنا ہی کہا کہ میں نے دودھ رکھا تھا اور بلی پی گئی۔ یہ سن کر مجمع لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا۔ اس کی کیا وجہ؟ بیٹا سمجھ گیا۔ چنانچہ کہنے لگا، ابو، جس زبان سے یہ الفاظ نکلے اس زبان میں تاثیر تھی جس نے لوگوں کے دلوں کو اس طرح پگھلا دیا ہے۔

شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ میں تاثیر:

اللہ والوں کی نگاہ جس پر پڑ جاتی ہے اس چیز پر بھی اثر ہو جایا کرتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مسجد فتح پور دہلی میں چالیس دن کا اعتکاف کیا۔ جب باہر دروازہ پر آئے تو ایک کتے پر نظر پڑ گئی۔ ذرا غور سے اس کو دیکھا۔ اس کتے میں ایسی جاذبیت آئی کہ دوسرے کتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے۔ وہ جہاں بیٹھتا دوسرے کتے اس کے ساتھ جا کر بیٹھتے۔ حضرت اقدس تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے جب یہ واقعہ سنا تو ہنس کر فرمایا کہ وہ ظالم کتا بھی کتوں کا پیر بن گیا۔ دیکھا، ایک ولی کامل کی نظر ایک جانور پر پڑی تو اس کے اندر کیفیت پیدا ہو گئی، اگر انسان پر نظر پڑے گی تو اس انسان کے اندرہ کیفیت پیدا کیوں نہیں ہو گی۔

مفتی لطف اللہ کے کردار میں تاثیر:

حضرت مفتی لطف اللہ سہارنپوری رحمہ اللہ علیہ دیوبند کے ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ایک مرتبہ اپنی مستورات کو لے کر کسی شادی میں شمولیت کیلئے جانا تھا۔ ایک سواری بنالی جس کے اوپر گھر کی ساری عورتیں بیٹھ گئیں، بچے بھی بیٹھ گئے۔ مرد صرف آپ ہی ساتھ تھے۔ آپ ان کو لے کر شادی میں شریک ہونے کیلئے دوسری جگہ جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ ویرانہ آیا۔ وہاں کچھ ڈاکو چھپے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب

دیکھا کہ کوئی سواری آ رہی ہے جس پر بہت ساری پردہ دار خواتین ہیں اور صرف ایک مرد ہے تو وہ باہر نکل آئے۔ سواری کو گھیر لیا۔ کہنے لگے کہ ہم مال بھی لوٹیں گے اور عزتیں بھی خراب کر دیں گے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمانے لگے یہ سارے کے سارا مال لے جائیں مگر ان پردہ دار خواتین کے سروں سے چادریں نہ کھینچئے۔ آپ کو ان کے کانوں سے زیور کھینچنے کی ضرورت نہیں، ہم خود ہی اتار کر سارے زیور آپ دے دیتے ہیں۔ ڈاکو کہنے لگے بہت اچھا۔ آپ نے گھر کی مستورات سے فرمایا کہ سب زیورات اتار کر دے دو۔ وہ نیک عورتیں تھیں۔ انہوں نے سب چوڑیاں، سب انگوٹھیاں وغیرہ اتار کر ایک رومال میں رکھ دیں۔ آپ نے اس گٹھڑی باندھی اور ڈاکوؤں کے سردار کے حوالے کر دی اور فرمایا کہ ہمارے جتنا زیور تھا وہ ہم نے آپ دے دیا ہے۔ آپ ہماری پردہ دار خواتین کو دھبہ نہ لگائیں اور اب ہماری جان بخشی کر دیں۔ ڈاکوؤں نے جب دیکھا کہ مال کی گٹھڑی خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے باندھ کر دے دی ہے تو کہنے لگے۔ بہت اچھا جائیے۔

جب آپ تھوڑا سا آگے بڑھے تو گھر کی عورتوں میں سے ایک نے کہا اوہو! میری انگلی میں سونے کا بنا ہوا ایک چھوٹا سا چھلہ (Ring) رہ گیا ہے، میرا دھیان ہی نہیں گیا، میں نے تو دیا نہیں۔ آپ نے سنا تو سواری کو روک دیا اور اسے کہا کہ وہ بھی اتار کر دے دو۔ کیونکہ میں نے کہا تھا کہ ہم تمہیں سارے زیورات دیں گے، اب یہ مناسب نہیں کہ ہم یہ چھلہ واپس لے جائیں۔ چنانچہ آپ نے وہ چھلہ لیا اور ڈاکوؤں کے پیچھے بھاگنے لگے۔ جب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ کوئی پیچھے بھاگتا ہوا آ رہا ہے تو پہلے تو وہ گھبرائے پھر انہوں نے کہا کوئی بات نہیں، یہ تو اپنے ہاتھ سے پوری گٹھڑی باندھ کر دے چکا ہے، اب یہ ہمارا کیا کر لے گا۔ چنانچہ وہ وہیں کھڑے ہو گئے۔ جب حضرت رحمتہ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ ان کی منت کر کے فرمانے لگے کہ میں نے آپ سے تو وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے سب زیورات آپ دے دیں گے مگر یہ ایک چھوٹا سا چھلہ ہماری ایک بیٹی نے پہنا ہوا تھا اس کی طرف دھیان ہی نہ گیا، اور یہ

ہمارے ساتھ جا رہا تھا، میں یہ لے کر آیا ہوں تا کہ یہ بھی آپ لوگوں کے حوالے کر دوں

ڈاکوؤں کے سردار نے جب یہ سنا تو اس کے جسم کے اندر ایک ایسی لہر دوڑی کہ اسے پسینہ آ گیا اور کہنے لگا، اوہو! یہ اتنا نیک اور دیانتدار بندہ ہے، یہ تو اتنی چھوٹی سی بات اتنا لحاظ رکھتا ہے اور میں نے بھی اپنے پروردگار کا کلمہ پڑھا ہے۔ مگر میں اپنے پروردگار کے کلمے کی لاج نہیں رکھتا۔ چنانچہ اسی وقت کہنے لگا، حضرت میری زندگی برائی کرنے اور لوگوں کی عزتیں لوٹنے میں گزر گئی ہے اور میں نے لوگوں کا مال بھی چھینا ہے، بہت گناہ گار ہوں۔ مجھے آپ معاف کر دیں اور مجھے توبہ کا طریقہ بھی بتا دیں تا کہ میرا پروردگار بھی مجھے معاف کر دے۔

ایک عورت کی برکت سے قحط سالی ختم:

میرے دوستو! یاد رکھئے کہ جس انسان کے اندر محبت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے، اگر اس کی برکت سے دعائیں مانگی جائیں تو اللہ رب العزت ان دعاؤں کو بھی شرف قبولیت نصیب فرما دیتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں قحط پڑا۔ بارش ہونا بند ہو گئی۔ جس کی وجہ سے دریا، نہریں اور تالاب خشک ہو گئے۔ سبزیاں اور کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ پانی اور غلے کی قلت ہو گئی۔ ہر طرف گرمی کی وجہ سے لوگ بے تاب ہو گئے، بچے رونے لگے، مائیں تڑپنے لگیں، جانور پریشان ہو گئے، چرند پرند نڈھال ہو گئے کہ قحط سالی کیسے ختم ہو۔ علمائے کرام نے فیصلہ کیا کہ سارے شہر والے مرد و عورتیں بچے بوڑھیں خود بھی باہر نکلیں اور اپنے جانوروں کو بھی باہر لائیں اور ایک بڑے میدان میں نماز استسقاء ادا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تا کہ اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش برسا دیں۔ دہلی کا شہر اس وقت چھوٹا ہوتا تھا۔ چنانچہ سب لوگ باہر نکلے۔ نماز استسقاء ادا کی اور رو رو کر دعائیں مانگنے لگے کہ اے رب کریم اپنی رحمت کی بارش نازل فرما اور ہمیں اس مشکل سے نجات عطا فرما۔ مگر ظاہری طور پر کوئی اسباب نظر نہ آئے۔

ایک نوجوان اپنی والدہ کے ہمراہ اونٹ پر سوار قریب سے گزرا۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو رک گیا۔ اپنے اونٹ وہیں روک کر مجمع کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ قحط سالی سے تنگ آ کر لوگ بارش کیلئے دعا مانگ رہے ہیں لیکن بارش کی کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، میں آپ کیلئے بارش کی دعا مانگتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی سواری کے پاس گیا۔ اس نے اپنی والدہ کی چادر کا کونہ پکڑ کر کچھ الفاظ کہے۔ اس کے الفاظ کہنے ہی تھے کہ اسی وقت آسمان پر بادل نمودار ہوئے۔ مجمع وہیں تھا، علماء ومشائخ وہیں، مرد وعورتیں وہیں کھڑی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش برسا دی۔ اتنی بارش ہوئی کہ لوگ نہال ہو گئے۔

علمائے کرام بڑے حیران ہوئے کہ کیا وجہ ہے اتنے لوگوں نے دعا مانگی مگر قبول نہ ہوئی اور اس نوجوان نے دعا مانگی اور قبول ہو گئی۔ چنانچہ اس نوجوان کے پاس جا کر پوچھا کہ آپ نے کونسی دعا مانگی؟ وہ کہنے لگا، کوئی ایسی خاص دعا تو نہیں، البتہ میں ایک نیک ماں کا بیٹا ہوں، میری ماں تقیہ نقیہ اور پاک صاف زندگی گزارنے والی عورت ہیں، کبھی کسی غیر محرم کا ہاتھ اس کے جسم کے ساتھ نہیں لگا۔ جب آپ نے کہا کہ ہم مشکل اور پریشانی میں گرفتار ہیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک ایسی ماں کا بیٹا ہوں جس نے اپنی پوری زندگی پاک دامنی میں گزادی ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی ماں کی چادر کا کونہ پکڑ کر دعا کی کہ اے اللہ! تجھے اس کی پاکدامنی کا واسطہ دیتا ہوں تو رحمت کی بارش نازل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ کو میری ماں کی نیکی اتنی پسند آئی کہ اس نے اس کے واسطے سے رحمت کی بارش برسادی۔

محبت الٰہی سے ذات میں تاثیر:

ایک بزرگ تھے۔ وہ سفر پر جا رہے تھے۔ راستہ میں انہیں ایک عیسائی ملا۔ اس نے کہا کہ مجھے بھی سفر پر جانا ہے چلیں ہم اکٹھے سفر کریں۔ چنانچہ اکٹھے سفر پر چل پڑے راستہ میں ان کے پاس کھانے پینے کی جو اشیاء تھیں وہ ختم ہو گئیں۔ فاقے شروع ہو گئے

آ گے چلے تو سوچا کہ اب کیا کریں۔ان بزرگ (مسلمان) نے مشورہ دیا کہ آج میں دعا مانگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو رزق دیں گے وہ ہم کھالیں گے اور کل آپ دعا مانگنا۔اس نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ پہلے دن مسلمان نے دعا مانگی کہ اے اللہ میں مسلمان ہوں، اپنے محبوب ﷺ کے دین کی حقانیت کو ظاہر فرما دے اور میری لاج رکھ لے۔

میری لاج رکھ لے میرے خدا

یہ تیرے حبیب ﷺ کی بات ہے

ابھی مانگی ہی تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی کھانے کی بھری ہوئی ایک بڑی سی طشتری لے کر آ گیا۔مسلمان دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی۔ پھر سوچنے لگے کہ آج تو اسلام کی برکت سے کھانا مل گیا ہے، اب دیکھیں گے کہ کل عیسائی کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔

کل دن آ گیا۔اب عیسائی کی باری تھی۔ چنانچہ وہ بھی ایک طرف چلا گیا۔اس نے ایک مختصر سی دعا مانگی اور واپس آ گیا۔تھوڑی دیر کے بعد آدمی بڑی بڑی طشتریوں میں بھونا ہوا گوشت لے کر حاضر ہو گیا۔جب مسلمان بزرگ نے دیکھا تو حیران ہوئے کہ میں نے کل اسلام کی برکت سے دعا مانگی تو ایک طشتری میں کھانا ملا اور آج عیسائی نے دعا مانگی تو اس کی دعا پر دو طشتریوں میں کھانا آ گیا۔یہ کیا معاملہ ہوا؟ ادھر عیسائی بڑا خوش ہے۔اس نے دستر خوان بچھایا اور کہنے لگا، جناب آ کر کھانا کھا لیجئے۔مسلمان بزرگ بجھے دل کے ساتھ کھانا کھانے کیلئے بیٹھے۔کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا، کھانا زہر لگ رہا تھا۔عیسائی نے کہا، مجھے آپ کا دل پریشان سا نظر آتا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں واقعی پریشان ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

وہ کہنے لگا، آپ تسلی سے کھانا کھائیں، میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔وہ فرمانے لگے، نہیں، میں کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ میرا دل غمزدہ ہے، تم خوشخبری پہلے سناؤ تب کھانا کھاؤں گا۔وہ عیسائی کہنے لگا، جب میں وہاں گیا تو میں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ یہ تیرا

عزت والا معاملہ مومن بندہ ہے، تو اس کی برکت سے میرے لئے دو طشتریوں میں کھانا بھیج دے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرا واسطہ دینے پر دو طشتریوں میں کھانا بھجوا دیا۔ لہٰذا پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھتا ہوں اللہ اکبر۔

محبت الٰہی سے ہاتھ میں تاثیر:

اسی طرح کا ایک اور واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک آدمی ملا۔ پوچھا کون ہو؟ کہنے لگے، میں آتش پرست (آگ کو پوجنے والا) ہوں۔ دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔ راستہ میں بات چیت ہونے لگی۔ اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ آگ تو خداوند نہیں خدا تو وہ ہے۔ جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ نہ مانا۔ بالآخران بزرگوں کو بھی جلال آ گیا۔ انہوں نے فرمایا، اچھا اب ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ اس آگ میں ڈالتے ہیں۔ جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ چنانچہ اس جنگل میں انہوں نے خوب آگ جلائی۔ آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب ان بزرگوں نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ لے کر آگ میں ڈال دیا۔ ان بزرگوں کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں، اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے، دین اسلام کی شان و شوکت واضح فرمائیں گے لیکن اللہ کی شان، نہ ان بزرگوں کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا ہاتھ جلا۔ وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ اے اللہ میں سچے دین پر تھا۔ آپ نے مجھ پر تو رحمت فرما دی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرما لیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو جلا دیتی۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں یہ بات القا فرمائی

کہ میرے پیارے ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جبکہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑ لیا تھا سبحان اللہ، اللہ والوں کے ہاتھوں میں ایسے برکت آ جاتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ هُمْ رِجَالٌ لَایَشْقٰی کہ وہ ایسے بندے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوا کرتا۔ وہ جس کام میں ہاتھ ڈالیں اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان فرما دیتے ہیں۔ انکے ہاتھوں میں درختوں کی ٹہنیاں ہوں اور دشمن تلواریں لے کر آئے تو وہ ٹہنیاں بھی تلواریں بن جایا کرتی ہیں۔

کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ
مومن تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

سات آدمیوں کی برکت:

حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ لِلّٰہِ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ......الخ سات بندے ایسے ہیں کہ بِھِمْ یُنْزَلُوْنَ کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ بارش برساتے ہیں، وَبِھِمْ یُنْصَرُوْنَ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ وَبِھِمْ یُرْزَقُوْنَ اور ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رزق دیتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے محنت کی ہوتی ہے۔ ان کے رگ ریشہ میں اللہ رب العزت کی محبت سما چکی ہوتی ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ ہم اس درجے کو کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ میرے دوستو! یہ درجہ اور مقام ہر انسان حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو شریعت وسنت کے مطابق ڈھال لے۔ یہ نہیں ہے کہ یہ صرف مقدر میں تھا بلکہ اللہ رب العزت نے اس (معرفت خداوندی) کو سب کیلئے آسان فرما دیا۔ جیسے آپ میں سے کوئی آدمی چاہے کہ میں پہلوان بن جاؤں اور وہ اس کیلئے اپنی غذا کھائے، محنت کرے اور مشقت اٹھائے تو کچھ

دنوں کے بعد اس کی صحت یقیناً پہلے سے بہتر ہوگی۔ یہی روحانی صحت کا حال ہے کہ اگر کوئی انسان سچی پکی توبہ کرلے اور آئندہ نیکوکاری کا ارادہ کرلے اور سنت کے مطابق زندگی کو ڈھالتا چلا جائے، تقویٰ کی زندگی کو اختیار کرلے تو پروردگار اس کی روحانی صحت ضرور بالضرور اضافہ فرمادیں گے اور اسے اللہ رب العزت قرب نصیب ہو جائے گا۔ یہاں ایک اصول ذہن میں رکھئے کہ نبوت وھبی چیز ہے جو صرف انبیائے علیہم السلام کو نصیب ہوتی ہے اور ولایت کسبی چیز ہے جو ہر بندہ محنت کرکے حاصل کرسکتا ہے۔

محبت الٰہی کا رنگ:

انسان کو جب یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے تو پھر اس پر محبت الٰہی کا ایسا رنگ چڑھ جاتا ہے کہ اسے ہر شے سے زیادہ اپنے پروردگار کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ اسی رنگ کے بارے میں اللہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا، صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اللہ کا رنگ اور اللہ سے کون بہتر ہے رنگنے میں۔ یاد رکھیں کہ ایک رنگ ہوتا ہے، ایک رنگ فروش ہوتا ہے اور ایک رنگ ریز ہوتا ہے۔ یہ کتاب وسنت رنگ فروش ہیں اور اولیائے عظام رنگ ریز ہیں۔ کپڑے پر جس طرح رنگ ریز رنگ چڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح اللہ والے اللہ کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا
سراسر موم ہوجا یا سنگ ہوجا

مولانا محمد علی جوہر رحمتہ اللہ علیہ پر محبت الٰہی کا رنگ:

مولانا محمد علی جوہر رحمتہ اللہ علیہ قریب زمانہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے نقشبندی مشائخ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ ان مشائخ نے ان کے دل میں محبت الٰہی بھر دی تھی۔ انہوں نے دل میں عہد کرلیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی میں اس وقت تک قلم کے ذریعے جہاد کرتا رہوں گا۔ اس مقصد کیلئے آپ انگلینڈ تشریف

لے گئے۔ وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھنا شروع کر دیئے کہ انگریز کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دے دیں۔ انہوں نے وہاں یہ نیت کی کہ جب تک مسلمانوں کی آزادی نہیں ملے گی میں واپس وطن نہیں جاؤں گا۔ اسی حال میں کئی مرتبہ تکالیف بھی آئیں اور جیل میں بھی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے۔ فرمایا:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب میں سامان بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابن علیؓ کو
خوش ہوں کہ وہ پیغام قضا میرے لئے ہیں
یون ابر سیہ پر تو فدا ہیں سبھی مے کش
پر آج کی گھنگور گھٹا میرے لئے ہے
اللہ کے رستے میں جو موت آئے مسیحا
اکسیر یہی ایک دوا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندۂ دوعالم سے خفا میرے لئے ہے

اسی قیام کے دروان آپ کی بیٹی بیمار ہوگئی۔ ڈاکٹروں نے علاج معالجہ کرنے سے جواب دے دیا۔ ماں نے اپنی جوان عمر بیٹی سے پوچھا، بیٹی! کوئی آخری تمنا ہو تو بتا دے بیٹی نے کہا، ابا جی کی زیارت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ ماں نے خط لکھوا دیا۔ قریب الموت بیٹی کا خط پردیس میں ملا کہ میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہی ہوں اور دل کی آخری تمنا ہے کہ ابا حضور تشریف لائیں تو میں آپ دیدار کروں۔ حضرت کو جب وہ خط ملا تو دو شعر اسی خط کی پشت پر لکھ کر واپس بھیج دیا۔ فرمایا:

میں تو مجبور سہی اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی مگر وہ دور نہیں
تیر صحبت ہمیں منظور ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

حضرت عثمان خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ پر محبت الٰہی کا رنگ:

حضرت عثمان خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ان کی ایک دکان تھی۔ان کی عادت تھی کہ جب کوئی گاہک آتا اور اس کے پاس کبھی کوئی کھوٹا سکہ ہوتا تو وہ پہچان تو لیتے تھے مگر پھر بھی وہ رکھ لیتے اور وہ سودا دے دیتے تھے۔اس دور میں چاندی کے بنے ہوئے سکے ہوتے تھے۔وہ سکے گھسنے کی وجہ سے کھوٹے کہلاتے تھے۔وہ کھوٹے سکے جمع کرتے رہتے۔ساری زندگی یہی معمول رہا۔جب موت کا وقت قریب آیا تو آخری وقت انہوں نے پہچان لیا۔اس وقت اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! میں ساری زندگی تیرے بندوں کے کھوٹے سکے وصول کرتا رہا تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرمالے۔سبحان اللہ محبت الٰہی کے رنگ میں ایسے رنگے ہوئے تھے۔

عشق ومحبت کی دکانیں:

حضرت مولانا محمد علی مونگیر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شاہ فضل الرحمٰن گن مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں جانا شروع کر دیا۔یہ ذرا عقلی بندے تھے۔ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے رازدار لہجہ میں پوچھا کہ محمد علی! کیا تم نے کبھی عشق کی دکان بھی دیکھی ہے؟ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر کہنے لگے، جی حضرت! میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں۔ ایک شاہ آفاق کی اور دوسری شاہ عبداللہ کی۔غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی

اولاد میں ہیں ۔ دکانوں سے مراد خانقاہیں ہیں کیونکہ عشق الٰہی کا سودا اللہ والوں کی خانقاہوں سے ملتا ہے ۔

عشق کی ایک دکان کا آنکھوں دیکھا حال:

میرے دوستو! اللہ کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں ۔ اس عاجز نے مجمع میں کبھی اس طرح قسمیں نہیں کھائیں ۔ مگر آج میرے جی نے چاہا کہ یہ بات عرض کر دی جائے کہ اس عاجز نے بھی ایک اپنی زندگی میں عشق کی ایک دکان دیکھی ہے ۔ اس کے گواہ حضرت حکیم عبداللطیف مدظلہ العالی بیٹھے ہیں ۔ وہ عشق کی دکان چکوال میں دیکھی تھی ۔ وہاں پینے والے آتے تھے ۔ کوئی مشرق سے آتا تھا، کوئی مغرب سے آتا تھا کوئی پشاور سے آتا تھا، کوئی کراچی سے آتا تھا، کہیں سے منیر صاحب چلے آرہے ہوتے تھے ۔ کہیں سے کوئی عشق کی پڑیا لینے آتا تھا ۔ اور کہیں سے کوئی عشق کا پیالہ پینے آتا تھا ۔ یہ عشق کے سودائی، یہ محبت الٰہی کے منگتے، یہ محبت الٰہی لینے والے فقیر بے تاب ہو کر اپنے گھروں سے کھنچے چلے آتے تھے ۔

یہ وہاں جاتے تھے ۔ وہاں ایک مربی اور شیخ تھے جن کی زندگی اللہ رب العزت کے حکموں کے مطابق ڈھل چکی تھی، جن کا سینہ عشق الٰہی سے بھر چکا تھا ۔ وہ عشق کی دوا بیچتے تھے ۔ کبھی کسی کو تنہائی میں بٹھا کر دیتے، کبھی کسی سے بیان کروا کر دیتے، کبھی کسی کو سامنے بٹھا کر دیتے، کبھی کسی کو ڈانٹ پلا کر دیتے ۔ جو عشق کی دوا پی لیتے تھے وہ اپنے سینوں میں عشق کی گرمی لے کر جاتے تھے ۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ جب ان حضرات کے دلوں میں انہوں نے عشق کی ایسی گرمی بھر دی تو پتہ نہیں کہ اللہ نے ان کے اپنے دل میں عشق کی کیا حرارت رکھی ہوگی ۔

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں
اس قلب میں یااللہ کیا آگ بھری ہوگی

اللہ رب العزت ہمیں جگہوں پر بار بار جانے کی اور وہاں سے عشق کی پڑیا لینے کی

توفیق نصیب فرمادے۔

محبت کا سلگنا اور بھڑکنا:

میرے دوستو! ہمارے دلوں میں محبت الٰہی موجود تو ہے مگر سلگ رہی ہے۔ بھڑکنے والی چیز اور ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کے دلوں میں محبت الٰہی کی یہ آگ بھڑک رہی ہوتی ہے یہی فرق ایک عام آدمی اور ایک ولی میں ہوتا ہے۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذان اور

دونوں کے الفاظ و معانی ایک جیسے ہوتے ہیں، کچھ فرق نہیں ہوتا مگر مسجد میں کھڑے ہو کر اذان دینا اور بات ہے اور جہاد کے موقع پر دشمن کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینا اور بات ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ہم جیسے تو کرگس جیسی زندگی گزارتے ہیں اور اللہ والے شاہین کی سی زندگی گزارتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو بلند پرواز ہوتے ہیں۔ سبحان اللہ۔

لمحہ فکر:

آج اس محفل اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے دلوں میں کسی کی محبت غالب ہے۔ مال کی، اپنے عہدے کی، مکان کی، کلمہ کی یا کسی انسان کی۔ اگر دل کہتا ہے کہ اچھی محبت الٰہی کا جذبہ غالب نہیں تو پھر وہ وقت کب آئے گا۔ ہم اپنی زندگی کا کتنا وقت کلمہ پڑھنے میں گزار چکے ہیں، اگر ابھی تک یہ کیفیت حاصل نہیں ہوئی تو پھر یہ کیفیت کب حاصل ہوگی۔

تو عرب ہے یا عجم لا الہ الا اللہ
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

جب تک دل گواہی نہیں دے گا یہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہنے کا کیا اثر سامنے آئے گا

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہندو اللہ کو رام کہتے ہیں۔ اسلئے کہنے والے نے کہا:

رام رام جپدیاں میری جبھیا گھس گئی
رام نہ دل وچ وسیا کی دھاڑ پئی
گل وچ مالا کاٹھ دی تے منکے لئے پرو
دل وچ گھنڈی پاپ دی تے رام جپیاں کی ہو

جب دل میں پاپ (گناہ) کی گھنڈی ہوگی تو پھر رام جپنے کا کیا فائدہ ہوگا اس لئے میرے دوستو دل سے اس بات کا عہد کریں کہ اے اللہ آج سے تیری نافرمانی نہیں کریں گے، آج کے بعد تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے۔

لوگ کہتے ہیں کہ جی قرآن مجید پڑھتے ہوئے احساس نہیں ہوتا، جی نماز پڑھتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا۔ بھئی ہمیں محبت ہی کہاں۔ اگر ہے بھی سہی تو بہت تھوڑی۔ اسے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ہمیں نفس سے محبت زیادہ ہے۔ تبھی تو ہم تہجد میں نہیں اٹھتے ہم آرام پسند ہیں۔ ہمیں مال سے محبت زیادہ ہے اسی لئے زکوۃ نہیں دیتے، مال سے محبت زیادہ ہے اسی لئے حرام حلال کھاتے پھرتے ہیں، ہمیں طعام کی زیادہ لذت ملتی ہے اسی لئے گلی بازاروں میں جو کچھ بنا ہوا ہو کھاتے پھرتے ہیں۔ کوئی تحقیق نہیں ہوتی کہ یہ کہاں سے بنا اور کیسے بنا۔

میرے دوستو! ایک وقت تھا کہ اندر جاگتا ہوا دل ہوتا تھا، اندر کا انسان جاگتا تھا اور آج اندر کا انسان سویا ہوا ہے بلکہ سچ کہوں کہ اندر کا انسان مویا (مرا) ہوا ہے۔ ہمیں

اپنی نمازوں پر محنت کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے انسان کی نمازوں کو دیکھا جائے گا۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمیں اب یہ احساس بھی نہیں رہا کہ ہم جو سجدے کرتے ہیں کاش کہ وہ حضوری کے ساتھ کر لیتے ۔ اس لئے دل میں جہاں اور تمنائیں ہیں ان میں سب سے بڑی تمنا یہ ہو کہ اے اللہ! میں تجھے ایسے سجدے کرنا چاہتا ہوں کہ میں اسوقت سب کو بھولا ہوا ہوں ۔ ہم اپنے دل میں سوچیں کہ کیا ہم چار رکعتیں ایسی پیش کر سکتے ہیں کہ جن میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک خیال نہ آیا ہو۔ یقیناً ہمارے لئے اپنی زندگی میں ایسی چار رکعتیں ڈھونڈنا مشکل ہیں۔

اگر آج ہم نمازوں پر محنت کر لیں تو میرے دوستو! اسی نماز کے پڑھنے سے ہماری پریشانیوں کے حل نکل سکتے ہیں۔ ہم نے اپنی نماز پر محنت نہیں کی ہوتی۔ کھڑے مسجد میں ہوتے ہیں اور دل و دماغ گھر میں پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ کئی اوٹ پٹانگ خیال جو عام وقت میں نہیں آتے عین نماز کی حالت میں آ جاتے ہیں۔ میرے دوستو! یہ بے جان سجدے کب تک ہم کرتے رہیں گے۔ اللہ سے یوں مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں حضوری والے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم ایسی نماز پڑھنے والے بن جائیں۔ جسمیں کسی غیر کا خیال نہ آئے۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھی بات کہی:

به زمین چوں سجده کر دم زمیں ندا برآمد
کہ؛ مرا خراب کردی تو بہ سجدۂ ریائی

کہ جب میں نے سجدہ کیا تو زمین سے آواز آئی کہ اے ریائی کے سجدہ کرنے والے! تو نے مجھے بھی خراب کر ڈالا۔

میں جو سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

میرے دوستو! ہمیں دوستو! اللہ رب العزت کی رضا کیلئے عبادت کرنی چاہیے نیاز فتحی نے کیا خوب فرمایا ہے:

بندگی سے ہمیں تو مطلب ہے
ہم ثواب و عذاب کیا جانیں
کس میں کتنا ثواب ملتا ہے
عشق والے حساب کیا جانیں

اللہ رب العزت ہمیں اپنی سچی پکی محبت نصیب فرما دے۔

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح تڑپا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

محبت الٰہی کے چند اہم واقعات

ذکرِ حبیب نے تڑپا دیا دل

ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بکریوں کا ریوڑ چرا رہے تھے کہ ایک آدمی قریب سے گزرا۔ گذرتے ہوئے اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ الفاظ ذرا بلند آواز سے کہے: ﴿سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت﴾ (پاک ہے وہ زمین کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی والا پاک ہے وہ عزت بزرگی ہیبت اور قدرت والا اور بڑائی دبدبے والا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے محبوب حقیقی کی تعریف اتنے پیارے الفاظ میں سنی تو دل مچل اٹھا۔ فرمایا کہ اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دینا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ آپ نے فرمایا آدھا ریوڑ اس نے یہ الفاظ دوبارہ کہہ دیئے۔ آپ کو اتنا مزہ آیا کہ بے قرار ہو کر فرمایا اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ پھر کہہ دیجئے اس نے کہا اب مجھے اس کے بدلے کیا دیں گے۔ فرمایا بقیہ ریوڑ۔ اس نے یہ الفاظ سہہ بارہ کہہ دیئے آپ کو اتنا سرور ملا کہ بے ساختہ کہا اے بھائی یہ الفاظ ایک مرتبہ اور کہہ دیجئے اس نے کہا اب تو آپ کے پاس دینے کیلئے کچھ بچا نہیں اب آپ کیا دیں گے۔ فرمایا اے بھائی میں تیری بکریاں چرایا کروں گا تم ایک مرتبہ میرے محبوب کی تعریف اور کر دو۔ اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو مبارک ہو میں تو فرشتہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ جاؤ اور میرا نام لو اور دیکھو کہ وہ میرے نام کے کیا دام لگاتا ہے۔ سبحان اللہ۔

ایک دم بھی محبت چھپ نہ سکی
جب تیرا کسی نے تیرے نام لیا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

دربار حبیب میں پہنچ جاؤں کب؟

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی روح لینے کیلئے ملک الموت آئے انہوں نے فرمایا: ''ھل رایت خلیلا یقبض روح خلیله '' کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا جو اپنے خلیل کی روح کو قبض کر رہا ہو، انہوں نے کہا کہ اچھا اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہوں ،ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا اللہ نے فرمایا:۔ کہ جاؤ میرے حبیب کو پیغام دیدو ''ھل رایت خلیلا یکرہ لقاء خلیله '' کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا کہ اپنے دوست کی ملاقات سے انکار کر رہا ہو، تو جیسے ہی انکو پتہ چلا کہ موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا طریقہ ہے، کہنے لگے ملک الموت ''عجل عجل'' جلدی جلدی کر روح قبض کر، مجھے اپنے مالک سے واصل کر دے، یہ تھی تمنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ اب تو جلد سے جلد اپنے پیارے اللہ کے حضور جا پہونچیں اور ملاقات حبیب سے لطف اندوز ہوں۔ اسی لئے حدیث پاک میں فرمایا۔ حدیث قدسی ہے ''اَلَا شوقُ الابرارِ اِلی لِقائِی وَاَنَا اِلَیْھِم لَاَ شَدُّ شَوْقًا '' ملاقات کر، کہ میرے نیک لوگوں کو شوق میری ملاقات کیلئے بڑھ گیا، اور میں ان کی ملاقات کیلئے ان سے بھی زیادہ مشتاق ہوں۔

عبادتوں کا تحفہ غلاف محبت کیساتھ......

نبی علیہ الصلوٰۃ نے دیکھا کہ سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی، درہم دھو رہی ہیں نبی علیہ السلام حیران ہوئے فرمایا: حمیرا......! جواب دیا لبیک یا رسول اللہ ﷺ...... یہ کیا کر رہی ہو؟ فرمانے لگیں اے اللہ کے نبی میں درہم دھو رہی ہوں، فرمایا: کس لئے؟ اے اللہ کے نبی ﷺ میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی جب اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والا کسی سائل کو دیتا ہے تو وہ پیسے سائل کے ہاتھ میں پہنچنے

سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پہنچ جاتے ہیں جب سے میں نے یہ بات سنی میں ہمیشہ سے صدقہ ان پیسوں کا دیتی ہوں ۔ جن کو پہلے سے دھو لیتی ہوں میرے آقا کے ہاتھوں میں صاف اور پاک مال پہنچ جائے ۔ اللہ اکبر یہ ہے محبت دیکھیے جس محبت ہوتی ہے، اس کو پھلوں کی ٹوکری بھی بھیجتا ہے تو اس کو گفٹ پیک کر کے بھیجتا ہے، منگنی وعید پر تو اگر بسکٹ کا ڈبا ہو تو اس کو بھی گفٹ پیک کر کے بھیجتے ہیں، اللہ والے بھی اسی طرح جب اللہ رب العزت کی عبادت کرتے ہیں تو وہ بھی اپنی نمازوں کو محبت کے غلاف میں پیک کر کے اللہ کے حضور بھیج رہے ہوتے ہیں ۔،

میری قسمت الٰہی پائیں گے یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

میرے محبوب کو قسم کی ضرورت کیا ہے؟

ایک صحابی بکرایاں چراتے تھے جب کبھی مدینہ طیبہ واپس آتے تو پوچھتے کہ قرآن پاک کونسی نئی آیات اتری ہیں؟ یا نبی کریم ﷺ نے کوئی خاص بات ارشاد فرمائی؟ ان کو بتا دیا جاتا ایک دفعہ واپس کر پوچھا تو انہیں بتا دیا گیا کہ یہ آیات اتری ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میرے بندو! میں ہی تمہیں رزق دینے والا ہوں جب انہوں نے یہ بات سنی تو وہ ناراض ہونے لگے، اور کہنے لگے کہ وہ کون ہے جس کو یقین کیلئے میرے اللہ کی قسم کھانی پڑی، سبحان اللہ، یہ محبت کی بات ہے۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں میری سادگی تو دیکھ کیا چاہتا ہوں

خدا سے محبت بھری گفتگو

بنی اسرائیل میں ایک سادہ آدمی بیٹھا باتیں کر رہا ہے کہ اے اللہ میں نے سنا ہے کہ تیری بیوی نہیں، تیرے بچے نہیں، کبھی میرے پاس آتا تو میں آتا میں آپ کی خدمت کرتا، فرمانے لگے، اے اللہ کے بندے یہ تو اللہ کی شان میں گستاخی ہے، سادہ آدمی تھا

ڈر گیا، کانپ گیا، اللہ رب العزت کو اس کا ڈرنا اور کانپنا اتنا پسند آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرما دی جس کو کسی شاعر نے یوں کہا:

تو برائے وصل کردن آمدی نہ برائے کردن آمدی

اے نبی میں تجھے جوڑنے کیلئے بھیجا تھا، توڑنے کیلئے نہیں بھیجا تھا، کیوں؟...... اس لئے کہ اگرچہ ظاہری طور پر باتوں کا مفہوم ٹھیک نہیں تھا، مگر محبت تو اللہ رب العزت سے تھی۔

اہل محبت آزمائے بھی جاتے ہیں

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ان کی شادی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال بھی عجیب دیا تھا اور شادی بھی ایک بڑے امیر کبیر صحابیؓ سے ہوئی کہ جن کے پاس رزق کی فراخی تھی، ہر طرح عیش و آرام کے سامان تھے، میاں بیوی میں خوب محبت تھی، اور اچھا وقت گذر رہا تھا، حتی کہ بیوی اپنے خاوند کی خدمت بھی کرتی اور انہیں خوش بھی رکھتی۔ دونوں میاں بیوی خوشی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ ایک رات خاوند سو چکا تھا، وہ پانی کا پیالہ لے کر کھڑی رہی حتی کہ جب ان کی دوبارہ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بیوی پانی لیکر کھڑی ہے وہ بڑے خوش ہوئے انہوں نے اٹھکر پانی پیا اور بیوی سے کہا میں اتنا خوش ہوں کہ تم اتنی دیر پانی کا پیالہ لیکر میرے انتظار میں کھڑی رہی آج تم جو کہو گی میں تمہاری فرمائش پورا کروں گا۔ جب خاوند نے یہ کہا تو بیوی کہنے لگی کیا آپ اپنی بات میں پکے ہیں کہ جو کہونگی آپ پورا کریں گے؟ کہنے لگے، ہاں پورا کر کے دکھاؤں گا کہنے لگی کہ اچھا پھر آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کر دیجئے۔ اب جب طلاق کی بات ہوئی تو وہ صحابی بہت پریشان ہوئے اتنی خوبصورت، خوب سیرت، اتنی وفادار اور خدمتگار بیوی کہہ رہی ہے کہ آپ مجھے طلاق دے دیجئے پوچھنے لگے، بی بی! کیا تجھے مجھ کوئی تکلیف پہنچی ہے؟ کہنے لگی بالکل نہیں،، بی بی، کیا میں نے آپ کی بے حد قدری کی ہے؟ ہرگز نہیں، کوئی آپ کی امیدوں کو توڑا ہے، کوئی آپ کی بات پوری نہیں کی؟ نہیں ایسی کوئی بات نہیں، بی بی؟ کیا آپ مجھ سے خفا ہیں؟ کہنے لگی ہرگز نہیں تو پھر مجھ

سے طلاق کیوں چاہتی ہو کیا آپ مجھے پسند نہیں کرتیں؟ کہنے لگی، یہ بات بھی نہیں، پسند بھی بہت کرتی ہوں، محبت کرتی ہوں اسی لئے خدمت کرتی ہوں، آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کی بات کو پورا کروں گا، لہٰذا آپ مجھے طلاق دے کر فارغ کردیں، وہ صحابیؓ حیران ہیں کہ قول بھی دے بیٹھے، کہنے گلے اچھا صبح ہو گی، تو ہم نبی علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں جائیں گے، اور آپ ﷺ سے جا کر فیصلہ کر دالیں گے، وہ کہنے لگی، بہت اچھا چنانچہ میاں بیوی رات کو سو گئے۔

صبح ہوئی تو بیوی کہنے لگی کہ چلو جلدی چلتے ہیں، چنانچہ دونوں میاں بیوی گھر سے نکلے تھے کہ خاوند کا کسی وجہ سے پاؤں اٹکا اور وہ نیچے گرے اور ان کے جسم سے خون نکلنے لگا، بیوی نے فوراً دوپٹہ پھاڑا اور خاوند کے زخم پر پٹی باندھی اس کے بعد اسکو سہارا دیا اور کہنے لگی کہ چلو گھر واپس چلتے ہیں۔ میں آپ سے طلاق نہیں لیتی، وہ حیران ہوئے کہ جب تم نے طلاق کا مطالبہ کیا تو نہ مجھے اس وقت سمجھ میں آیا اور اب کہتی ہو کہ طلاق نہیں چاہیے تو نہ اب مجھے سمجھ میں آسکا، کہنے لگی گھر تشریف لے چلیں، وہاں جا کر میں آپ کو بات بتادوں گی۔ جب گھر جا کر بیٹھے تو کہنے لگے، کہ مجھے بتاؤ تو سہی کیا بات ہے کہنے لگی آپ نے چند دن پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث سنائی تھی، کہ جس بندے سے اللہ رب العزت محبت کرتے ہیں اس بندے کے اوپر اس طرح پریشانیاں آتی ہیں، جس طرح پانی اونچائی سے ڈھلوان کی طرف جایا کرتا ہے، میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنا میں دل میں سوچتی رہی کہ میں نے آپ کے گھر میں کوئی پریشانی نہیں دیکھی کوئی غم نہیں دیکھا، کوئی مصیبت نہیں دیکھی، تو میرے دل میں خیال آیا کہ میرے آقا کی بات سچی ہے، ایسا تو نہیں کہ میرے خاوند کے ایمان میں فرق ہو، میرے خاوند کے اعمال میں فرق ہو، میرے خاوند سے اگر پروردگار محبت نہیں تو میں نے کہا میں اس بندے کی کیا خدمت کروں گی، اسلئے جب آپ نے کہا کہ میں تمہاری بات پوری کروں گا تو میں نے کہا کہ میں اس بندے سے طلاق چاہتی ہوں جس سے میرے

پروردگار محبت نہیں کرتے، پھر جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں علم حاصل کرنے کیلئے جارہے تھے، یہ اللہ کا راستہ تھا، آپ گرے اور خون نکلا تو میں فوراً سمجھ گئی کہ آپ کو اللہ کے راستہ کا غم پہنچا، مصیبت پہنچی، یقیناً اللہ تعالیٰ کو آپ سے پیار ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ناراضگی کی وجہ سے خوشیاں نہیں دی ہوئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اب مجھے طلاق لینے کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے میں ساری زندگی آپ کی خادمہ بن کر آپ کی خدمت کیا کروں گی۔ سبحان اللہ۔

حکومت تو لیلیٰ کو بجتی ہے

ایک دفعہ مجنون جارہا تھا ان دنوں حضرت حسنؓ حضرت امیر معاویہ کے حق دست بردار ہو گئے تھے، اور حکومت ان کے حوالے کر دی تھی، ملاقات ہوئی سلام جواب ہوا، حضرت حسن نے فرمایا کہ میں خلافت سے دست بردار ہو گیا ہوں۔ اور میں نے حکومت انہیں کو دے دی، جن کو بجتی تھی، جب اس نے سنا تو کہنے لگا کہ حضرت میرے خیال میں تو حکومت لیلیٰ کو بجتی ہے۔ حضرت نے فرمایا 'انت مجنون'' تو تو مجنون ہے تب سے اس کا نام قیس کی جگہ مجنون پڑ گیا، دیوانہ تھا بیچارہ اپنے بس میں نہیں تھا۔

☆...... ایک مرتبہ اس کے باپ نے کہا بیٹا بہت بدنامی ہوگئی، لہٰذا دعا مانگ کہ اے اللہ لیلیٰ کو محبت کو میرے دل سے نکال دیجئے ختم کر دیجئے، اس نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی کہ ''اللھم زدنی حب لیلیٰ'' اے اللہ لیلیٰ کی محبت کو اور بڑھا دیجئے۔ چنانچہ اس کے والد ایک مرتبہ پکڑ کر بیت اللہ لے گئے، کہنے لگے کہ بہت بدنامی ہوگئی آج میں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تو سچی توبہ نہ کرے، چل توبہ کر یہ توبہ کرنے لگا تو اس نے کہا۔

الٰہی تبت من کل المعاصی ولکن حب لیلیٰ لااتوب

اللہ میں نے ہر گناہ سے توبہ کرلی لیکن لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہیں کرتے

اس کے والد نے ناراض ہو کر کہا تو کیا کہہ رہا ہے؟ جب وہ بہت زیادہ ناراض ہوئے تو نے مجبور ہو کر ہاتھ اٹھائے اور والد کے سامنے دعا مانگنے لگے۔

الھی لا تسلبنی حبھا ابداً

یا اللہ اس کی محبت میرے دل سے نکالنا

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

اور اللہ اس بندے پر رحم کرے جو اس دعا پر آمین کہے

محبت میں دیوار اور کتے کی قدم بوسی

ایک مرتبہ مجنوں کو کسی نے دیکھا کہ ایک کتے کے پاؤں چوم رہا ہے، اس نے پوچھا کہ مجنون ایسا کیوں کرر ہے ہو؟ مجنون نے کہا یہ کتا لیلیٰ کی گلی ہو کر آیا ہے میں اس لئے اس کے پاؤں چوم رہا ہوں۔ ایسے مغلوب الحال اور فاتر العقل انسان کو مجنون پاگل نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟ کسی فارسی کے شاعر نے یہی بات شعر میں کہی۔

پائے سگ بوسید مجنوں خلق گفتہ ایں چہ بود
گفت گاہے ایں سگے درکوئے لیلیٰ رفتہ بود

مجنون لیلیٰ کی گلی کا طواف کیا کرتا تھا اور یہ شعر پڑھا کرتا تھا

اَطُوفُ علی جدار دیار لیلیٰ اُقبِّلُ ذالجدار وذالجدرارا
وما حبُّ الدیار شغفن قلبی ولکن حُبَّ مَنْ سَکَنَ الدیارا

(میں لیلیٰ کے گھر کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں۔ کبھی یہ دیوار چومتا ہوں، کبھی وہ دیوار چومتا ہوں۔ اور دراصل ان گھروں کی محبت میرے دل پر نہیں چھا گئی بلکہ اس کی محبت جو ان گھروں میں رہنے والی ہے)

☆ ...... ایک مرتبہ حاکم شہر نے سوچا کہ لیلیٰ کو دیکھنا چاہیے کہ مجنوں اور اس کی محبت کے افسانے زبان زد عام ہیں، جب سپاہیوں نے لیلیٰ کو پیش کیا تو حاکم حیران رہ گیا کہ

ایک عام سی لڑکی تھی نہ شکل نہ رنگ نہ روپ تھا۔اس نے لیلیٰ سے کہا

از دگر خوباں تو افزوں نیستی گفت خامش چوں تو مجنون نیستی

(تو دوسری حسیناؤں سے زیادہ بہتر نہیں ہے کہنے لگی خاموش رہ چونکہ مجنون نہیں ہے......)

دیکھئے مگر مجنوں کی آنکھ سے

ایک بادشاہ نے لیلیٰ کے بارے میں سنا کہ مجنوں اس کی محبت میں دیوانہ بن چکا ہے، اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں لیلیٰ کو دیکھوں تو سہی چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ اس کے رنگ کا کالا تھا اور شکل بھدی تھی، وہ اتنی کالی تھی کہ اس کے ماں باپ نے لیلیٰ (رات) سے مشابہت کی وجہ سے اسکو (کالی) کا نام دیا، لیلیٰ کے بارے میں بادشاہ کا تصور یہ تھا کہ وہ بڑی نازنین اور پری چہرہ ہوگی مگر جب اس نے لیلیٰ کو دیکھا تو اسے کہا۔

از دگر خوبیاں تو افزوں نیستی

دوسری عورتوں سے تو زیادہ خوبصورت تو نہیں ہے...... جب بادشاہ نے یہ کہا تو لیلیٰ نے آگے سے جواب دیا...... گفتِ خامش تو چوں مجنوں نیستی

کہ خاموش ہو جا تیرے تیرے پاس مجنوں کی آنکھ نہیں ہے۔ اگر مجنوں کی آنکھ ہوتی تو تجھے دنیا میں میرے جیسا خوبصورت کوئی نظر نہیں آتا۔ اسی طرح میرے دوستو! محبت الٰہی کی آنکھوں سے اس کائنات کو دیکھیں گے تو ہر جگہ جمال خداوندی نظر آئے گا۔

☆......مولانا رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کو کسی نے دیکھا کہ ریت کے ڈھیر پر بیٹھے کچھ لکھ رہا ہے اس پر انہوں نے کہا:

دید مجنون را یکے صحرانورد ☆ در بیاباں غمش نشستہ فرد

ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم ☆ می نمودے بہر کس نامہ رقم

گفت مجنوں شیدا چسیت ایں ☆ می نوسی نامہ بہر کیست ایں

گفت مشق اسم لیلیٰ می کنم ☆ خاطر خودرا تسلی می کنم

ایک صحرانورد نے ایک بار مجنوں کو دیکھا، غم کے بیاباں میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا، ریت کو اس نے کاغذ بنایا ہوا تھا، اور اپنی انگلیوں کو قلم، اور کسی کو کوئی خط لکھ رہا تھا، اس نے پوچھا، اے مجنوں شیدا تو کیا لکھ رہا ہے؟ تو کس کے نام یہ خط لکھ رہا ہے؟ مجنون نے کہا کہ لیلیٰ کے نام کی ہوا کہ جب دنیا کے محبوب کا نام لکھنے اور بولنے سے سکون ملتا ہے تو محبوب حقیقی کے ذکر و نام لینے پر کس قدر و سکون ملے گا۔

محبت و توحید کا درس دیا بھی تو کس نے؟

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے تو ایک عورت نے توحید سکھا دی، کسی نے پوچھا کہ، حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے پاس ایک عورت آئی جو پردے میں تھی، کہنے لگی کہ میرا خاوند دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ آپ یہ فتویٰ لکھ کر دیں کہ اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے، انہوں نے سمجھایا کہ اللہ کی بندی! اگر وہ اپنی ضرورت کے تحت دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت نے چار تک اجازت دی ہے تو میں کیسے لکھ کے دے سکتا ہوں؟ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ کہا تو اس عورت نے ٹھنڈی سانس لیا اور کہنے لگی کہ حضرت شریعت کا حکم راستہ میں رکاوٹ ہے ورنہ اگر اجازت ہوتی اور میں آپ کے سامنے چہرہ کھول دیتی اور آپ میرے حسن و جمال کو دیکھتے تو آپ اس بات کو لکھنے پر مجبور ہو جاتے کہ جس کی بیوی اتنی خوبصورت ہو اس کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے فرماتے ہیں کہ وہ تو یہ بات کہہ کر چلی گئی مگر میرے دل میں یہ بات آئی کہ اے اللہ آپ نے عورت کو حسن و جمال عطا کیا، اس کو اپنے حسن پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس کی بیوی میں ہوں اب اس کو محبت کی نظر دوسری کی طرف ڈالنے کی اجازت نہیں، تو اے پروردگار تیرے اپنے حسن و جمال کا کیا عالم ہے......!!! آپ کہاں پسند کریں گے کہ آپ کے ہوتے ہوئے کوئی بندہ محبت کی نظر کسی غیر کی طرف اٹھا سکے۔

ہر غم مجھے منظور مگر محبت میں شرکت......

حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دھوبن نے توحید سکھائی، کسی نے پوچھا حضرت وہ کیسے؟ فرمانے لگے کہ میرے ہمسایہ میں ایک دھوبی رہتا تھا، میں ایک مرتبہ اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا گرمی کی رات میں قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا، ہمسایہ سے میں نے ذرا اونچا اونچا بولنے کی آواز سنی پوچھا، بھئی خیریت تو ہے کیوں اونچا بول رہے ہو؟ جب غور سے سنا تو مجھے پتہ چلا کہ بیوی اپنے میاں سے جھگڑ رہی تھی وہ اپنے خاوند کو کہہ رہی تھی دیکھ تیری خاطر میں نے تکلیفیں برداشت کی فاقے کاٹے، سادہ لباس پہنا، مشقتیں اٹھائیں، ہر دکھ سکھ تیری خاطر میں نے برداشت کیا اور میں تیری خاطر ہر دکھ برداشت کرنے کیلئے اب بھی تیار ہوں، لیکن اگر تو چاہے کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح کرلے تو پھر میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا، مگر تیرے ساتھ کبھی میں نہیں رہ سکتی، فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں نے قرآن پر نظر ڈالی تو قرآن مجید کی آیت سامنے آئی: ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے جو بھی گناہ لے آئے گا میں چاہوں گا، سب معاف کردوں گا، لیکن میری محبت میں کسی کو شریک بنائے گا تو میرا تیرا گزارا نہیں ہوسکتا

شبلی جوش محبت میں نہ دکھلا......

ایک مرتبہ حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ وضو کرکے گھر سے نکلے، راستے میں ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا، شبلی! ایسا گستاخانہ وضو کرکے تو میرے گھر کی طرف جارہا ہے وہ سہم گئے اور پیچھے ہٹنے لگے، جب وہ پیچھے ہٹنے لگے تو وہ دوبارہ الہام ہوا شبلی تو ہمیں اپنا جوش دکھاتا ہے، حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ یہ سن کر دبک کر بیٹھ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد الہام ہوا، شبلی! تو ہمیں اپنا صبر دکھاتا ہے بالآخر کہنے لگے، اے اللہ میں تیرے ہی سامنے فریاد کرتا ہوں، اصل میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے کے ساتھ ذرا محبت کی

باتیں کرنا چاہتے تھے۔ ......

ناز کا معاملہ ہی الگ ہے

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ عجیب کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الہام فرمایا، شبلی کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے عیب لوگوں میں کھول کر ظاہر کر دوں تا کہ تجھے دنیا میں منہ لگانے والا نہ رہے وہ بھی ذرا ناز کے موڑ میں تھے لہٰذا جب یہ الہام ہوا تو وہ اسی وقت اللہ رب العزت کے حضور کہنے لگے، اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی رحمت کھول کھول کر لوگوں کو ظاہر کر دوں تا کہ آپ کو دنیا میں سجدہ کرنے والا نہ رہے، جیسے ہی یہ بات کہی اوپر سے الہام ہوا، شبلی! نہ تو میری بات کہنا اور نہ میری تیری بات کہتا ہوں، سوچئے تو سہی کہ نسبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کس طرح راز و نیاز و شفقت کی باتیں کرتے ہیں۔

محبت میں رابعہ بصریہ کا غلبۂ حال

رابعہ بصریہ ایک ہاتھ میں پانی لیکر دوسرے میں آگ لے کر ایک بار جا رہی تھیں، اور کہہ رہی تھیں کہ آگ سے میں جنت کو جلاؤں گی اور پانی سے جہنم کو بجھاؤں گی تا کہ لوگ جنت اور جہنم کیلئے عبادت نہ کریں، یہ رابعہ بصریہ کے غلبۂ حال کا واقعہ ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر رابعہ بیچاری بھید سے واقف ہوتی تو وہ ایسا کام نہ کرتی، اسلئے اللہ تعالیٰ خود جنت کی طرف بلا رہے ہیں۔ "وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ" اور جس کی طرف اللہ بلائیں اس کی طرف جانا عین منشائے خداوندی ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی محبت الٰہی کے غلبہ میں ایسی باتیں کر جانا یہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نفسانی اور رحمانی محبت کا بدلہ

حضرت یوسف علیہ السلام ایک جگہ سے جا رہے تھے آواز سنی کہ ویرانہ میں کوئی

آواز دے رہا ہے۔ (سُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَجَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِالطَّاعَةِ) پاک ہے، وہ ذات جس نے بادشاہوں کو نافرمانی کی وجہ سے غلام بنا دیا اور غلاموں کی فرمانرداری کی وجہ سے وقت کا بادشاہ بنا دیا۔ سبحان اللہ واقعی اللہ تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی عزتیں دیتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ اے بڑھیا تو کون ہے؟ کہنے لگی ''انا التی اشتریتك بالجواهر والذهب والفضة'' میں ہی وہ ہوں جس نے تمہیں سونے، چاندی ہیرے اور موتیوں کے بدلے خریدا تھا اللہ اکبر، زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے محبت تھی ملکہ سے ہٹا کے بھکارن بنا دی گئی، اور یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی اللہ نے غلامی سے نکال کر وقت کا بادشاہ بنا دیا۔

یہی نفسانی اور رحمانی محبت میں فرق ہے، ہر دور ہر زمانہ میں جو یوسف علیہ السلام کے نقشِ قدم پر چلے گا اللہ اسے اٹھائیں گے اور عرش تک پہنچائیں گے اور جو زلیخا کے نقش قدم پر مخلوق کی محبت میں گرفتار ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے ملکہ کے درجہ سے ہٹا کر اس کو بھکارن بنا کر کھڑا کر دیں گے، اس لئے اللہ کی محبت اصل ہے،، ہمیں اللہ تعالیٰ سے اللہ کی محبت مانگنے کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جب دل میں ہو تو پھر غم نہیں رہتا۔

کریم مجھ پر کرم کر بڑے عذاب میں ہوں
کہ تیرے سامنے بیٹھا ہوں اور حجاب میں ہوں

محبت کی شمع کہاں جلتی ہے؟......

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ لکھ رہا تھا پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ کہنے لگے کہ اللہ کے عاشقوں کا نام لکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ میرا نام بھی ہے فرشتہ نے کہا کہ تمہارا نام نہیں ہے تو کہنے لگے کہ ایسا کرو کہ اللہ کے عاشقوں سے محبت کرنے والوں میں میرا نام لکھو، وہ فرشتہ کہتا ہے بہت اچھا اور چلا گیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھا دیکھتے ہیں کہ فرشتہ لکھ رہا ہے پوچھا کیا لکھ رہے ہو کہنے

لگا کہ ان لوگوں کے نام لکھ رہا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اچھا میرا نام بھی کہیں ہے تو اس نے دکھایا کہ جن سے اللہ محبت کرتے ہیں اس صفحہ کے سب سے اوپر ابراہیم بن ادھم کا نام لکھا ہوا تھا اللہ نے فرمایا کہ جو میرے عاشقوں سے محبت کرتے ہیں میں ان بندوں کے ساتھ محبت کیا کرتا ہوں اس لئے اللہ والوں سے محبت اللہ کی محبت ملنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

دیدارِ الٰہی کا یہ نسخہ بھی عجیب

ایک مرتبہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا وہ کہنے لگا، حضرت! ذکر و اذکار اور عبادات میں زندگی گذر گئی ہے مگر میرا دل ایک تمنا کی وجہ سے جل رہا ہے، جی چاہا کہ آپ کے سامنے وہ تمنا ظاہر کردوں، آپ نے پوچھا کونسی تمنا ہے؟ کہنے لگا حضرت، امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں سو مرتبہ اللہ کا دیدار ہوا تھا، میرا بھی جی چاہتا ہے کہ مجھے بھی اپنے خالق کا دیدار نصیب ہو جائے۔

حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی حاذق طبیعت تھے، فرمانے لگے، اچھا تم آج عشا کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جانا اس میں حکمت تھی مگر وہ بندہ سمجھ سکا، وہ گھر آیا جب مغرب کے بعد کا وقت ہوا تو سوچنے لگا کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ تم عشاء کی نماز پڑھے بغیر ویسے ہی سو جانا، لیکن فرض تو بالآخر فرض ہے چلو میں فرض پڑھ کر سنت چھوڑ کر سو جاؤں گا اور بعد میں پڑھ لوں گا، چنانچہ وہ فرض پڑھ کر سو گیا۔

رات کو خواب میں اسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار نصیب ہوا، آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تم نے فرض تو پڑھ لئے مگر سنتیں کیوں نہ پڑھی۔'' اس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی، صبح آکر اس نے حاجی صاحب کو بتایا، حاجی صاحب نے فرمایا: او اللہ کے بندے! تو نے اتنے سال نمازیں پڑھتے گزار دیئے، بھلا اللہ تیری نماز قضا ہونے دیتے کبھی ایسا نہ ہوتا بلکہ وہ تیرے عملوں کی حفاظت فرماتے، اگر تو مغرب کے بعد سو جاتا تو خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہوتا وہ تجھے جگا بھی دیتے اور تجھے عشاء کی توفیق بھی

عطا فرما دیتے مگر تو راز کو نہ سمجھ سکا، تو نے فقط سنت چھوڑیں تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوا اگر تو فرض چھوڑ دیتا تو تجھے اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو جاتا۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

شربتِ دیدار سے روزہ کا افطار

مواہب لدنیہ میں واقعہ ہوا ہے کہ عبداللہ بن مخزومہ رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ تھے انہوں نے دعا کی تھی کہ اے اللہ جنگ یمامہ کیلئے جا رہا ہوں اب اس جنگ میں میرے جسم کے ہر عضو کے اوپر زخم آئے، یہ دعا مانگی اور وہ واقعی ایسا ہی ہوا کہ ان کو گھمسان کے رن میں اس طرح گھر گئے کہ ان کے جسم کے ہر ہر عضو پر زخم آئے جب زخمی حالت میں تھے اور روح پرواز کرنے کے قریب تھی ایک مسلمان قریب ہوا تو اس مسلمان نے کہا کہ آپ کو پانی پلاؤں آپ کے جسم کا ہر ہر عضو زخمی ہو چکا ہے تو عبداللہ بن مخزومہ فرمانے لگے کہ نہیں میں اس وقت دروزے کی حالت میں ہوں شربت دیدار سے اپنے روزے کا افطار کرنا چاہتا ہوں ایسی بھی محبت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر۔۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ اس محبت کا تھوڑا سا نشہ ہمیں بھی عطا فرما دے پھر ہمیں عبادات کے اندر سکون نصیب ہو جائے گا۔ اس لئے کہا کہ (العشق نار یحرق ماسوی اللہ) عشق ایک آگ ہے جو ماسوا اللہ کو جلا رکھ دیتی ہے اللہ کی محبت دل میں آتی ہے غیر سے انسان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں۔

عشق کی آتش کا جب شعلہ اٹھا
ماسوی معشوق سب کچھ جل گیا

تیغ لا سے قتل غیر حق ہوا
دیکھئے پھر بعد اس کے کیا بچا

پھر بچا اللہ باقی سب فنا
مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

محبتِ الٰہی آخر تو سنبھال لیتی ہے......

امریکہ میں ایک نوجوان کلمہ گو مسلمان تھا دفتر میں کام کرتا تھا، دفتر میں کام کرنے والی ایک امریکن لڑکی سے اس کا تعلق بن گیا، اور اس کی محبت کا یہ تعلق اتنا بڑھا کہ اس نے یہ محسوس کیا کہ اب میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، چنانچہ اس نے اس کے والدین کو پیغام بھیجا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، اس کے والدین نے کہا کہ ہماری کنڈیشن ہے کہ ہمیں عیسائی بننا پڑے گا، والدین سے قطع تعلق کرنا پڑے گا، آپ اپنے ملک واپس نہیں جایا کریں گے، جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں اس سے بالکل آپ ملا ہی نہیں کریں گے، اگر آپ یہ شرائط پوری کر سکتے ہیں تو ہم اپنی بیٹی کی شادی کر دیں گے۔ یہ جذبات میں اس قدر مغلوب الحال تھا کہ اللہ کے اس بندے نے یہ تمام شرائط قبول کر لی، ماں باپ سے رشتہ ختم، عزیز و اقارب سے رشتہ ختم، عزیز و اقارب سے رشتہ ختم، ملک سے رشتہ ختم اور جس کمیونٹی میں یہ رہتا تھا، ان سب سے رشتہ ختم، حتیٰ کہ یہ عیسائی بن کر عیسائیوں کے ماحول میں زندگی گذارنے لگ گیا، اور اس نے شادی کر لی، مسلمان بڑے پریشان کبھی کبھی وہ اس کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے مگر یہ ان سے ملنے سے بھی گھبرایا کرتا تھا کبھی کہیں کسی کو دیکھ لیتا تھا تو دور کترا جاتا تھا لوگ بالآخر تھک گئے، کسی نے کہا کہ اس کے دل پر مہر لگ گئی، کسی نے کہا کہ اس نے بڑا مہنگا سودا خریدا...... ہر ایک اپنی اپنی باتیں تھیں۔

تین چار سال اسی حال میں گذر گئے، یہاں تک کے دوست احباب سب کی یادداشت سے بھی نکلنے لگ گیا، بھولی بسری چیز بنتا چلا گیا، ایک دن امام صاحب نے فجر کی نماز کیلئے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ یہ نوجوان آیا اس نے وضو کیا اور مسجد میں نماز کی صف میں بیٹھ گیا، امام صاحب بڑے حیران، ان کیلئے تو یہ چیز بالکل عجیب تھی نماز پڑھائی اور

اس کے بعد اس سے سلام کیا پھر اس سا کو لے کر اپنے حجرے میں گئے اور محبت پیار سے ذرا پوچھا کہا آج بڑی مدت کے بعد زیارت نصیب ہوئی، اس وقت اس نے اپنی حالت بتائی کہ میں نے اس لڑکی محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا، کچھ اپنا ضائع کر دیا، لیکن جس گھر میں رہتا تھا میرے اس گھر میں اللہ کا قرآن رکھا ہوتا تھا، میں جب کبھی آتا جاتا، اس پر میری نظر پڑتی، تو میں اپنے دل میں سوچتا کہ یہ میرے مولیٰ کا کلام ہے، یہ میرے اللہ کا قرآن ہے اور میرے گھر میں موجود ہے میں اپنے نفس کو ملامت کرتا۔

اعمال تو میرے برے تھے، لیکن دل مجھے کہا کرتا تھا کہ نہیں جس کا کلمہ پڑھا میں اس سے محبت ضرور کرتا ہوں اس کی نشانی میں نے اپنے گھر میں رکھی ضرور ہے، اس طرح کئی سال گذر گئے، ایک دن میں آیا اور حسب معمول میں نے گذرتے ہوئے اس جگہ پر نظر ڈالی مجھے قرآن نظر نہ آیا، میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہاں ایک کتاب ہوا کرتی تھی وہ کہاں ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے گھر کی صفائی کی تھی اس میں غیر ضروری چیزوں کو میں نے پھینک دیا ہے، اس نے پوچھا اس کتاب کو بھی؟ اس نے کہا ہاں، یہ وہاں سے واپس گیا اور کوڑے پھینکنے کی جگہ سے اس کتاب کو اٹھا کر لے آیا، جب لڑکی نے دیکھا کہ یہ بہت زیادہ اس کتاب کا احساس کر رہا ہے تو وہ بھی احساس کرنے لگی کہ آخر وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بس میں اس کتاب کو رکھنا چاہتا ہوں، اس لڑکی نے جب دیکھا کہ یہ تو عربی میں ہے تو اس نے کہا کہ ہاں کوئی نہ کوئی اس کا تعلق اسلام سے ہے تو اس نے کہا کہ دیکھو یا تو اس گھر میں یہ کتاب رہے گی یا پھر میں رہوں گی، تمہیں ہمیں سے کسی ایک کے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا وہ کہنے لگا کہ جب اس لڑکی نے یہ کہا تو میرے لئے یہ زندگی کا عجیب وقت تھا میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ تو نے اپنی خواہشات کی تکمیل کیلئے وہ کچھ کر لیا جو تجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔

آج تیرا رشتہ پروردگار سے ہمیشہ کیلئے ٹوٹ جائے گا۔ اب تو فیصلہ کر لے اب تو

اس کے ساتھ رہنا چاہتا ہے، جب میں نے دل میں یہ سوچا تو دل نے یہ آواز دی کہ نہیں میں اپنے مولیٰ سے کبھی بھی نہیں کٹنا چاہتا میں نے لڑکی کو طلاق دی اور میں نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور اب میں ہمیشہ کیلئے پکا مسلمان بن چکا ہوں۔ سوچئے اتنے غافل مسلمان کے دل میں بھی اللہ رب العزت کی محبت کا بیج موجود ہوتا ہے۔

محبت الٰہی کے کیسے اسیر ہو؟......

حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ مجھے چار واقعات زندگی میں بڑی عجیب لگے، لوگوں نے کہا کہ وہ کونسے؟ کہنے لگے کہ......

﴿۱﴾......ایک نوجوان کے ہاتھ میں چراغ تھا، تو میں نے نوجوان سے سوال کیا کہ بتاؤ یہ روشنی کہاں سے آئی تو جیسے ہی میں نے یہ پوچھا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی اس نے پھونک مارے کے چراغ بجھایا، اور کہنے لگا حضرت جہاں چلی گئی وہاں سے آئی تھی، فرماتے ہیں کہ میں اس نوجوان کی حاضر جوابی کے اوپر آج تک حیران ہوں۔

﴿۲﴾......ایک مرتبہ دس بارہ سال کی لڑکی آرہی تھی اس کی بات نے مجھے حیران کردیا، بارش ہوئی تھی، میں مسجد جارہا تھا اور وہ بازار سے کوئی چیز لیکر آرہی تھی، جب ذرا میرے قریب آئی تو میں نے کہا کہ بچی ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا، کہیں پھسل گئی تو مجھے نقصان ہوگا، آپ ذرا سنبھل کر قدم اٹھانا اگر آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟ کہنے لگے کہ اس لڑکی کی بات مجھے آج تک یاد ہے اس لڑکی نے کہا تھا کہ آپ سنبھل کر قدم اٹھانا آپ پھسل گئے تو پھر قوم کا کیا بنے گا؟.........

﴿۳﴾......ایک مرتبہ میں نے ایک مخنث کو دیکھا جب اسے پتہ چل گیا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو مجھے کہنے لگا کہ میرا راز نہ کھولنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے رازوں پر پردہ ڈالیں گے۔

﴿۴﴾......ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اس کے سامنے سے ایک عورت روتی ہوئی کھلے چہرے کھلے سر اسکے آگے سے گزری اس نے سلام پھیرا تو اس عورت پر بڑا ناراض ہوا،

کہنے لگا تجھے شرم نہیں آئی، دھیان نہیں ننگے سر کھلے چہر کے ساتھ، میں نماز پڑھ رہا تھا تو میرے آگے سے گزر گئی، اس عورت نے پہلے تو معافی مانگی اور معافی مانگ کر کہنے لگی کہ دیکھو میرے میاں نے مجھے طلاق دیدی اور میں اس وقت غمزدہ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں یا نہیں، میں اس حالت میں آپ کے سامنے سے گزر گئی، مگر حیران اس بات پر ہوں کہ میں خاوند کی محبت پر اتنی گرفتار کہ مجھے سامنے سے گزرنے کا پتہ نہیں نہ چلا اور تم اللہ کی محبت میں کیسے گرفتار ہو کہ کھڑے پروردگار کے سامنے ہو اور دیکھ میرا چہر رہے ہو، حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی یہ بات مجھے آج تک یاد ہے۔ اور واقعی ہماری نماز کا یہی حال ہے۔ نیچے منزل پر اگر نماز پڑھ رہے ہوں اور اوپر کی منزل میں اگر کوئی ہمارا نام لے دے تو ہمیں نماز میں پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا نام پکارا گیا۔ ہماری نماز کی توجہ عالم ہونا یہ چاہیے تھا۔

محبت کی حقیقت ان سے پوچھو......

امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے محبت کا لفظ آیا تو فرمایا کہ اگر اس لفظی معنی پوچھنا ہو تو ہم بھی بتا دیں گے، شش اقسام میں یہ کونسا لفظ ہے ہفت اقسام میں کونسا ہے، باب اس کا کونسا ہے، یہ تو ہم بھی بتا دیں گے، لیکن اس کی حقیقت پوچھنی ہو تو تمہیں فلاں شیخ کے پاس جانا ہوگا، وہ تمہیں اس کی حقیقت سمجھائیں گے، اسی طرح امت کے علماء، وقت کے مشائخ کے ساتھ ایک رابطہ رکھتے۔

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ......

ایک بزرگ ہیں شاہ دولہ، انکی بستی کے قریب ایک بند باندھا ہوا تھا، سیلاب آتا بستی ڈوبنے کا خطرہ ہوتا، اس لئے لوگوں نے بندھ باندھ دیا، ایک دفعہ پانی بہت زیادہ آ گیا، اور ایک جگہ ڈر ہوا کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے لہٰذا لوگ ان کے پاس گئے کہ جی دعا کریں کہ کہیں بند ٹوٹ نہ جائے، وہ اپنا کدال لے کر آئے اور اس جگہ کو دیکھا جہاں

سے ٹوٹنے کا خطرہ تھا اور اس کو کھودنا شروع کر دیا، لوگ حیران کہ حضرت ہم تو آپ کو اس لئے لائے کہ بند ٹوٹے نا آپ الٹا کھود رہے ہیں، کہنے لگے:۔ جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ''

اگر میرے رب کو توڑنا منظور د ہے تو میں خود ہی کیوں نہ توڑوں د؟ تو ان کی دعا کی یہ عاجزی اللہ کو پسند آ گئی اور پانی گھٹنا شروع ہو گیا، سیلاب جہاں سے آیا تھا وہیں واپس ہو گیا اللہ والے سراپا تسلیم و رضا ہوتے ہیں۔

حضرت شبلیؒ گورنری سے فقیر تک

عباسی دور خلافت میں اسلامی حکومت کی وسعتیں لاکھوں مربع میل کے علاقے تک پھیل چکی تھیں مختلف علاقوں کے گورنر اپنے اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے حکومتی نظم و نسق چلا رہے تھے۔ اکثر اطراف و جوانب سے عدل و انصاف کی خبریں مل رہی تھی، تاہم چند علاقوں کے حالات مزید بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، خلیفۂ وقت نے سوچا کہ تمام گورنر حضرات کو مرکز میں طلب کیا جائے اور اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازا جائے تا کہ دوسروں کو بھی اصلاح احوال کی ترغیب ہو۔ چنانچہ فرمان شاہی چند دنوں میں ہر علاقے میں پہنچ گیا کہ فلاں دن سب گورنر حضرات مراکز میں اکٹھے ہوں ا۔ بالآخر وہ دن آ پہنچا، جس کیلئے گورنر حضرات ہزاروں میل کا سفر طے کر کے آئے تھے۔ خلیفۂ وقت نے ایک خصوصی نشست میں سب کو جمع کیا۔ بعض اچھی کارکردگی دکھانے والوں کو خصوصی لطف و اکرام سے نوازا اور بقیہ حضرات کو نصیحتیں کیں۔ محفل کے اختتام پر خلیفہ نے سب حضرات کو اپنی طرف سے خلعت عطا کیا اور اگلے دن خصوصی دعوت کا اہتمام کیا۔ ...... سب حضرات اپنی اپنی خصوصی پوشاک پہن کر اگلے دن دعوت میں آئے۔ پر تکلف کھانوں اور لذیذ پھلوں کی ضیافت سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانے کے بعد تبادلۂ خیالات اور گذارش احوال واقعی کی محفل گرم ہوئی۔ سب لوگ انتہائی خوش تھے۔ خلیفۂ وقت کی خوشی بھی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ عین اسی وقت ایک گورنر کو چھینک آ رہی تھی وہ اسے اپنی قوت سے دبا رہا

تھا۔تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد گورنر کو دو تین چھینکیں اکٹھی آئیں تھوڑی دیر کیلئے محفل کا ماحول تبدیل ہوا۔سب لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔چھینک آنا ایک طبعی امر ہے۔ مگر جس گورنر کو چھینک آئی وہ سب کی محسوس کر رہا تھا کیونکہ اس کی ناک سے کچھ مواد نکل آیا تھا جب سب لوگ خلیفہ کی طرف متوجہ ہوئے تو اس گورنر نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اپنی خلعت کے ایک کونے سے ناک کو صاف کر لیا۔......اللہ تعالیٰ کی شان کہ عین اس لمحے خلیفۂ وقت اس گورنر کی طرف دیکھ رہا تھا۔جب اس نے دیکھا کہ اس کی عطا کردہ خلعت کے ساتھ ناک سے نکلے ہوئے مواد کو صاف کیا گیا ہے۔تو اس غصے کی انتہا نہ رہی۔خلیفہ نے گورنر کو سخت سرزنش کی کہ تم نے خلعت شاہی کی بے قدری کی اور سب لوگوں کے سامنے اس سے خلعت واپس لے لی اسے دربار سے باہر نکلوا دیا۔مجلس کی خوشیاں خاک مل گئیں اور سب گورنر حضرات پریشان ہو گئے کہ کہیں ان کا حشر بھی اس جیسا نہ ہو۔

وزیر باتدبیر نے حالات کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے خلیفۂ وقت سے کہا کہ آپ محفل برخواست کر دیں، چنانچہ محفل ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔سب گورنر حضرات اپنی رہائش گاہوں کی طرف لوٹ گئے۔دربار میں خلیفہ اور وزیر باقی رہ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں حضرات خاموش رہے اور اس ناپسندیدہ واقعے پر متاسف تھے۔ ......تھوڑی دیر بعد دربان نے آکر اطلاع دی کہ کہ نہاوند کے علاقے کا گورنر شرف باریابی چاہتا ہے خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔گورنر نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا کہ چھینک آنا اختیاری امر ہے یا غیر اختیاری امر ہے؟ خلیفہ نے سوال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور کہا کہ تمہیں ایسا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے جاؤ اپنا کام کرو۔گورنر نے دوسرا سوال پوچھا کہ جس آدمی نے خلعت سے ناک صاف کی اس کی سزا یہی لازمی تھی کہ بھرے دربار میں ذلیل کر دیا جائے یا اس سے کم سزا بھی دی جا سکتی تھی؟

یہ سوال سن کر خلیفہ نے کہا تمہارے سوال سے محاسبے کی بو آتی ہے میں تمہیں تنبیہ

کرتا ہوں کہ ایسی بات مت کرنا ورنہ پچھتاؤ گے۔ گورنر نے کہا بادشاہ سلامت مجھے ایک بات میں سمجھ میں آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو خلعت پہنائی اور اس نے خلعت کی ناقدری کی تو آپ نے سر دربار اس کو ذلیل و رسوا کر دیا مجھے خیال آیا کہ رب کریم نے بھی مجھے انسانیت کی خلعت انسانی کی قدر کروں تا کہ محشر کی ذلت سے بچ سکوں۔ گورنر یہ کہہ کر اور گورنری کو لات مار کر دربار سے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر سوچا کہ کیا کروں تو دل میں خیال آیا کہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جا کر باطنی نعمت کا حاصل کرنا چاہیے۔

شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ محبت ومعرفت کی دکان میں

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو کہا کہ حضرت آپ کے پاس باطنی نعمت ہے۔ آپ یہ نعمت عطا کریں چاہے اس کو مفت دے دیں یا چاہیں تو قیمت طلب کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ قیمت مانگیں تو تم دے نہیں سکو گے اور اگر مفت دیں تو تمہیں اس کی قدر نہیں ہوگی۔ گورنر نے کہا پھر آپ جو فرمائیں میں وہی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں کچھ عرصہ رہو۔ جب ہم دل آئینے کو صاف پائیں گے تو یہ نعمت القاو عطا کر دیں گے۔ کئی ماہ کے بعد حضرت نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ عرض کیا فلاں علاقے کا گورنر رہا ہوں۔ فرمایا اچھا جاؤ بغداد شہر میں گندھک کی دکان بناؤ گورنر صاحب نے شہر میں گندھک کی دکان بنالی۔ ایک تو گندھک کی بدبو اور دوسرے خریدنے والے عامۃ الناس کی بحث وتکرار سے گورنر صاحب کی طبیعت بہت بیزار ہوتی۔ چار روناچار ایک سال گزرا تو حضرت کی خدمت میں عرض کیا حضرت ایک سال کی مدت پوری ہوگئی ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ نے فرمایا اچھا تم دن گنتے رہے ہو جاؤ ایک سال دکان اور چلاؤ۔ اب دماغ ایسا صاف ہوا کہ دکان کرتے کرتے سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر وقت کا حساب نہ رکھا۔ ایک دن حضرت نے فرمایا گورنر صاحب آپ دوسرا سال مکمل ہوگیا۔ عرض کیا پتہ نہیں۔

حضرت نے کشکول ہاتھ میں دے کر فرمایا جاؤ بغداد شہر میں بھیک مانگو۔ گورنر صاحب حیران رہ گئے۔ حضرت فرمایا اگر نعمت کے طلب گار ہو تو حکم کی تعمیل کرو ورنہ جس راستے سے آئے وہ ادھر سے واپس چلے جاؤ۔ گورنر صاحب نے فوراً کشکول ہاتھ میں پکڑا اور بغداد شہر میں چلے گئے۔ چند لوگوں کو ایک جگہ دیکھا اور ہاتھ آگے بڑھایا کہ اللہ کے نام پر کچھ دے دو، انہوں نے چہرہ دیکھا تو فقیر کا چہرہ لگتا ہی نہیں تھا۔ لہٰذا انہوں نے کیا کام چور شرم نہیں آتی مانگتے ہوئے۔ جاؤ محنت مزدوری کر کے کھاؤ۔ گورنر صاحب نے جلی کٹی سن کر غصے کا گھونٹ پیا اور قہر درویش بر جان درویش والا معاملہ۔ عجیب بات تو یہ تھی کہ پورا سال دریوزہ گدائی کرتے رہے کسی نے کچھ نہ دیا ہر ایک نے جھڑکیاں دیں۔ یہ باطنی اصلاح کا طریقہ تھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ گورنر صاحب کے دل سے عجب اور تکبر نکالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک سال مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر گورنر صاحب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ میری کوئی وقعت نہیں اور مانگنا ہو تو مخلوق ہو تو مخلوق کے بجائے خالق سے مانگنا چاہیے۔ پورا سال اسی کام میں گذر گیا......۔

ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے بلا کر کہا کہ گورنر صاحب آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا شبلی، فرمایا: اچھا اب آپ ہماری محفل میں بیٹھا کریں۔ گویا تین سال کے مجاہدے کے بعد اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دی مگر شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے دل کا برتن پہلے ہی صاف ہو چکا تھا۔ اب حضرت ایک ایک بات سے سینے میں نور بھرتا گیا اور آنکھیں بصیرت سے مالا مال ہوتی گئیں۔ چند ماہ کے اندر اندر احوال و کیفیات میں ایسی تبدیلی آئی کہ دل محبت الٰہی سے لبریز ہو گیا۔ بالآخر حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دن بلایا اور فرمایا: کہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ آپ نہاوند کے علاقے کے گورنر رہے ہیں آپ نے کسی پر زیادتی کی ہوگی، کسی کا حق دبایا ہوگا۔

آپ ایک فہرست مرتب کریں کہ کسی کا حق آپ نے پامال کیا۔ آپ نے فہرست بنانا شروع کی۔ حضرت کی توجہات تھیں چنانچہ تین دن میں کئی صفحات پر مشتمل طویل

فہرست تیار ہوگئی۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ باطن کی نسبت اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتی جب تک کہ معاملات میں صفائی نہ ہو۔ جاؤ ان لوگوں سے حق معاف کروا کے آؤ۔ چنانچہ آپ نہاوند تشریف لے گئے اور ایک ایک آدمی سے معافی مانگی۔ بعض تو جلد معارف کر دیا۔ بعض نے کہا کہ تم نے ہمیں بہت ذلیل کیا تھا ہم اس وقت معاف نہیں کریں گے۔ جب تک تم اتنی دیر دھوپ میں کھڑے نہ رہو۔ بعض نے کہا ہم اس وقت تک معاف نہ کریں گے جب کہ ہمارے مکان کی تعمیر میں مزدور بن کر کام نہ کرو، آپ ہر آدمی کی خواہش کے مطابق اس کی شرط پوری کرتے۔ ان سے حق بخشواتے رہے حتی کہ دو سال کے بعد واپس بغداد پہنچے۔ اب آپ کو خانقاہ میں آئے ہوئے پانچ سال عرصہ گزر گیا تھا۔ مجاہدے اور ریاضت کی چکی میں پس پس کر نفس مر چکا تھا۔ ''میں'' نکل گئی تھی باطن میں تو ہی تو کے نعرے تھے۔ پس رحمت الٰہی نے جوش مارا اور ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں باطنی نسبت سے مالا مال کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، آنکھ کا دیکھنا بدل گیا، پاؤں کا چلنا بدل گیا، دل و دماغ کی سوچ بدل گئی، غفلت کے تار و پور بکھر گئے۔ معرفت الٰہی سے سینہ پرنور ہو کر خزینہ بن گیا اور آپ عارف اللہ بن گئے۔

جو دنیا کی صورت پر ہوتے ہیں شیدا
ہمیشہ وہ رنج و الم دیکھتے ہیں

گڑ کے بدلے سونے کی انگوٹھی

شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا سا تھا تو میری والدہ نے مجھے سونے کی انگوٹھی بنوا کر دی، میں انگوٹھی پہن کر باہر نکلا تو مجھے ایک ٹھگ مل گیا، اس کے پاس گڑ کی ڈلی تھی، اس نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ چکھو، میں نے گڑ کو چکھا تو میٹھا لگا پھر وہ کہنے لگا کہ اب اپنی انگوٹھی کو چکھو، جب میں نے اپنی انگوٹھی کو چکھا تو کچھ لذت محسوس نہ ہوئی وہ مجھے کہنے لگا کہ یہ بے لذت چیز دے دو اور

لذت والی چیز لے لو میں نے اس کی باتوں میں آ کر اسے سونے کی انگوٹھی دے دی اور گڑ کی ڈلی لے لی۔ اسی طرح اگر محبت الٰہی کی قدر و قیمت ہمارے دل میں نہ ہو تو آدمی غفلت و معصیت کی وجہ سے اس کو ضائع کر دیتا ہے۔

حسن فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائیگا

محبت کیلئے ہاں تو کہہ دیں

ایک بندے کی جھونپڑی تھی سرکنڈے کی بنی ہوئی، ایک ہاتھی والا کہیں سے آ گیا ہاتھی والے نے اس جھونپڑی والے سے کہا کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتا ہوں، اس نے کہا کہ جی میں تو نہیں کر سکتا، کیوں؟ اس نے کہا کہ آپ تو ہاتھی والے ہیں ہاتھی لے کر آئیں گے اور میری جھونپڑی میں تو ہاتھی آ نہیں سکتا، تو ہاتھی والا مسکرایا اور کہنے لگا کہ بس ہاتھی والا محبت کے اقرار کرنے پر اس کی جھونپڑی کو محل بنا سکتا ہے۔

بالکل یہی معاملہ پروردگار نے قرآن پاک میں فرمادیا:

﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ دوست ہے ایمان والوں کی مثال ہاتھی والے کی طرح ہے اور مومن کی مثال جھونپڑی والے کی، اب اگر مومن ہاں کہہ دے، اللہ تعالیٰ آپ سے دوستی کرنا چاہتے ہیں ہم اس کی دوستی پر لبیک کہنا چاہتے ہیں تو آپ پروردگار ہماری جھونپڑیوں کو محل بنا دیں گے اور محبت کے آداب خود سکھا کر ہمیں اپنی محبت کی نعمت خود عطا فرما دیں گے تو بڑے کی طرف سے محبت کا اشارہ ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ''تو جب اشارہ ہے تو ہم اس کیلئے حاضر ہیں اے محبوب ہم آپ سے محبت کیلئے تیا رہیں آپ ہمیں اپنی محبت میں شامل فرما لیجئے۔

دنیا کی محفلوں سے اکتایا گیا ہوں یارب
کیا لطف انجم کا جب دل ہی بجھ گیا

محبوب ملا سب کچھ ملا

سبکتگین بادشاہ اپنی ایک بیوی سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، ایک مرتبہ دوسری بیویوں نے اس سے کہا کہ آپ اپنی فلاں بیوی سے زیادہ محبت رکھتے ہیں حالانکہ حسن میں ہم اس سے زیادہ ہیں، سمجھداری میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں آخر اسمیں کونسی ایسی خاص بات ہے، ہمیں تو اس کے اندر کچھ نظر نہیں آتا، مگر آپ کی محبت کی نگاہیں جو اس پر اٹھتی ہیں وہ کسی دوسری بیوی پر نہیں اٹھتیں، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ بادشاہ نے کہا، اچھا، میں کبھی اس بات کا جواب دے دوں گا، اس کے بعد اس کی بیویاں یہ بات بھول گئیں۔

ایک دن سبکتگین نے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھ کر کہا کہ آج میں اچھے موڈ میں ہوں اس لئے آج میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو اچھے اچھے انعام سے نوازوں، وہ یہ بات سن کر خوش ہو گئیں کہ آج ہمیں شاہی خزانے سے انعام ملے گا، صحن میں سونے چاندی اور جواہرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے، بادشاہ نے ان سب کو بلا کر کہا کہ اس صحن میں جو چیزیں پڑی ہوئی ہیں، ان میں سے جس چیز پر جو بیوی بھی ہاتھ رکھ لے گی اس کو وہ چیز انعام کے طور پر دی جائیگی، چنانچہ جس وقت میں اشارہ کروں تم دوڑ کر اپنی پسند کی چیز پر ہاتھ رکھ لینا، بیویاں تیار ہو گئیں اور انہوں نے اپنی اپنی پسند کی چیزوں پر نگاہ جما لیں، کسی نے یاقوت کے اوپر، کسی نے ہیرے کے اوپر کسی نے سونے کے اوپر، کسی نے چاندی کے اوپر، بادشاہ نے اشارہ کیا تو بیویوں نے دوڑ کر اپنی اپنی پسندیدہ چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے لیکن وہ بیوی جس پر اس کی محبت کی خاص نظر رہتی تھی، وہ اپنی جگہ کھڑی رہی، جب سب نے دیکھا کہ ہم نے قیمتی چیزوں پر ہاتھ رکھ لیے ہیں، مگر اس نے کسی چیز پر ہاتھ نہیں رکھا تو وہ ہنسنے لگیں اور بادشاہ سے کہنے لگیں، بادشاہ سلامت! ہم کہا کرتی تھیں کہ یہ بیوقوف ہے اور اسکے اندر عقل کی کمی ہے، اور آج اس کی عقل کی کمی کھل کر سامنے آ گئی ہے یہ تو بس سوچتی ہی رہی لہٰذا آج اس کے پلے کچھ نہیں آئے گا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا، اے اللہ کی بندی! تو نے کسی چیز پر ہاتھ کیوں نہ رکھا؟ وہ کہنے لگی،

بادشاہ سلامت میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ نے یہی کہا ہے نا کہ آج جو جس چیز پر ہاتھ رکھے گی، وہ چیز اس کی ہو جائیگی، بادشاہ نے کہاں، ہاں یہی تو میں نے کہا ہے، اس نے یہ سنا تو آگے بڑھی اور بادشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا، اور کہنے لگی، بادشاہ سلامت جب میرے ہو گئے تو پھر سارا خزانہ میرا ہو گیا۔ بادشان نے اسکی یہ بات سن کر اپنی دوسری بیویوں سے کہا کہ دیکھو، اس کی اس عقلمندی اور محبت کی وجہ سے، میں اس کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اس طرح جب انسان محبت الٰہی کو تھام لیتا ہے، تو کائنات کی چیزیں اس لئے مسخر ہو جاتی ہیں۔

محبت الٰہی میں مولانا محمد علی جوہر سرشار

مولانا محمد علی جوہر قریب زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں، ہمارے نقشبندی بزرگوں کے سایہ رہے ان سے تربیت پائی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنی محبت بھر دی۔ دل میں عہد کرلیا کہ مسلمانوں کو جب تک آزادی نہیں ملے گی۔ میں اس وقت تک قلم کے ذریعہ سے جہاد کرتا رہوں گا۔ چنانچہ انگلینڈ تشریف لے گئے، وہاں کے اخبارات میں اپنے مضامین لکھتے تھے کہ انگریزوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو آزادی دے دیں قلمی جہاد کرتے رہے اور یہ نیت کر لی کہ جب تک آزادی نہیں مل جاتی واپس گھر نہیں جاؤں گی، اسی حالت میں کئی مرتبہ ان کو تکالیف بھی آئیں، جیل میں بھی ڈالے گئے۔ انہوں نے جیل میں چند اشعار لکھے، فرماتے ہیں:

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے
پر غیب میں سامان میرے لئے ہے
توحید یہ ہے خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دوعالم سے خفا تیرے لئے ہے

محبت الٰہی کی برکت سے ہو گئے سب اپنے

شیخ عبدالواحد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اے اللہ آپ نے جس کو جنت میں میرا ساتھی بنانا ہے دنیا میں میری اس سے ملاقات کرادیجئے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ حبشہ کی رہنے والی ایک عورت میمونہ ہے جو جنت میں تمہاری ساتھی بنے گی، چنانچہ میں اس بستی سے باہر نکل کر دیکھا تو حیران ہوا کہ بکریاں ایک ہی جگہ پر چر رہی ہیں اور ادھر ادھر بھاگتی نہیں ہیں، اور ایک عورت درخت کے نیچے کھڑی نماز پڑھ رہی ہے۔ جب میں نے غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ جہاں بکریاں چر رہی تھیں اس چراگاہ کے کنارے پر مجھے کچھ بھیڑیئے بیٹھے نظر آئے، ان بھیڑیوں کی وجہ سے وہ بکریاں کہیں باہر بھی نہیں بھاگ رہی تھیں، اور ایک ہی جگہ پر چر رہی تھیں۔ جب اس عورت نے سلام پھیرا اور مجھے دیکھا تو کہنے لگے! عبدالواحد اللہ رب العزت نے ملاقات کی وعدہ گاہ تو جنت بنائی ہے۔ اس لئے تم دنیا میں کیسے آ گئے! میں نے کہا کہ میں نے دعا مانگی تھی جو اللہ رب العزت کے ہاں قبول ہوگئی، البتہ اب میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہی تھیں د، بکریاں چر رہی تھیں، اور بھیڑیئے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور وہ بکریوں کو کچھ کہہ بھی نہیں رہے تھے۔ مجھے اس کی راز سمجھ میں نہیں آ رہی، وہ کہنے لگی، عبدالواحد!!! یہ بات سمجھنی آسان ہے کہ جس دن سے میں نے اپنے پروردگار سے صلح کرلی ہے اس دن بھیڑیوں نے میری بکریوں سے صلح کرلی ہے...... تو معلوم ہوا کہ "فاذکرونی اذکرکم" کا ایک مطلب یہ بنا کہ اے بندو! تم مجھ سے صلح کرلو میں مخلوق کی تمہارے ساتھ صلح کرادوں گا۔

دربارِ الٰہی میں اہلِ محبت کی لاج

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی رفیق سفر بنے چونکہ دونوں ایک ہی منزل

پر جانا تھا، لہٰذا سوچا کہ اکٹھا رہنے سے سفر اچھا گذرے گا، ابھی منزل پر پہنچنے میں دو دن باقی تھے کہ دونوں کا زادراہ ختم ہو گیا۔ آپس میں سوچ بچار کرنے بیٹھے۔ مسلمان نے تجویز دی کہ ایک دن آپ دعا کریں تا کہ کھانا ملے دوسرے دن میں دعا کروں گا کہ کھانا ملے، عیسائی نے کہا آپ پہلے دعا کریں تا کہ کھانا ملے۔ چنانچہ مسلمان نے ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے دعا مانگی تو تھوڑی دیر میں ایک آدمی گرم گرم کھانے خوان لے کر آ گیا۔ مسلمان بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت رکھ لی۔ کھانا کھا کر دونوں اطمینان کی نیند سو گئے۔ دوسرے دن عیسائی کی باری تھی وہ بظاہر بڑا مطمئن نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک طرف خوشی کی انتہا نہ رہی مگر مسلمان اپنے دل میں بہت پریشان ہوا اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ کھانا کھائے۔ عیسائی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ آپ کھانا کھائیں تو میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو مسلمان نے پوچھا کہ بتائیں کیا خوشخبری ہے۔ عیسائی نے کہا پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں یہ دعا مانگی تھی اے اللہ اگر اس مسلمان کا آپ کے ہاں کوئی مقام ہے تو آپ کھانا عطا فرما دیں۔ لہٰذا آج اللہ تعالیٰ نے دو خوان آپ کے اکرام کی وجہ سے عطا فرمائیں۔ عاشق صادق کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہوتی ہے۔

محبت میں باہر آنے نہیں دیتے

ایک آدمی نے مچھلی خریدی اا ور ایک مزدور سے کہا کہ گھر پہنچا دو اتنی مزدوری مل جائیگی۔ مزدور نے کہا بہت اچھا تاہم اگر راستے میں نماز کا وقت ہو گیا تو میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر مچھلی پہنچاؤں گا۔ اس آدمی نے رضا مندی کا اظہار کیا۔ جب چلتے تو کافی کہا بہت اچھا میں مچھلی کے پاس کھڑا ہوتا ہوں تم جلدی سے نماز پڑھ کر آ جاؤ۔ مزدور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ جب دوسرے لوگ نماز پڑھ کر باہر نکل آئے تو بھی یہ مزدور نماز پڑھ رہا تھا۔

اس آدمی نے دیکھا کہ بہت دیر لگ گئی تو آواز دینے لگا۔ اے میاں اتنی دیر ہوگئی۔ تمہیں کون باہر آنے نہیں دیتا۔ اس مزدور نے جواب دیا کہ جناب جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا وہی مجھے باہر نہیں جانے دیتا۔ سبحان اللہ عشق ومحبت والوں کا عجیب حال ہوتا ہے۔ وہ نماز میں یوں محسوس کرتے ہیں جیسے اپنے محبوب حقیقی سے راز نیاز کی باتیں کر رہے ہوں۔

اس کو محبت نہ ہوتی تو توفیقِ تہجد نہیں دیتا

ایک شخص بازار جارہا تھا اس نے دیکھا ایک باندی کا مالک اسے بیچ رہا ہے مگر خریدار کوئی نہیں۔ وہ باندی دیکھنے میں بہت دبلی پتلی سے نظر آرہی تھی۔ اس شخص نے اس باندی کو معمولی داموں میں خرید لیا۔ جب رات کو آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ باندی تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ اس شخص نے ٹوکا کہ یوں نہ کہو بلکہ یہ کہو اے اللہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر وہ باندی بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے آقا، اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو مجھے ساری رات مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ کو یوں میٹھی نیند نہ سلاتا۔ یہ کہہ کر اس باندی رو رو کر دعا کی کہ اے اللہ اب تک میرا معاملہ پوشیدہ تھا اب مخلوق کو پتہ چل گیا ہے تو مجھے اپنے پاس بلالے چنانچہ وہیں مصلے پر بیٹھے بیٹھے اس کی روح پرواز کر گئی۔

محبت الٰہی میں بھوک و پیاس کا گزر کہاں؟

ایک مرتبہ حسنین کریمینؓ بہت بیمار ہوئے۔ طبیعت سنبھل ہی نہیں رہی تھی۔ خاتون جنت نے دونوں شہزادوں کی صحت یابی کیلئے منت مانی کہ یا اللہ دونوں بچوں کو صحت مل گئی تو ہم میاں بیوی تین دن لگاتار روزہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ سے دونوں شہزادوں کو صحت عطا کر دی۔ چنانچہ سیدنا علیؓ اور سیدنا فاطمہؓ نے روزہ رکھنا شروع کیا جب افطار کا وقت ہوا تو دونوں کے پاس کھانے کیلئے فقط ایک روٹی تھی۔ اتنے میں

دروازے پر دستک ہوئی۔ پوچھا کون تو جواب ملا کہ میں مسکین ہوں بھوکا ہوں اس در پر آیا ہوں کہ کچھ مل جائے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم بغیر کھائے گزارہ کرلیں گے۔ مگر ہمیں سائل کو خالی نہیں بھیجنا چاہیے، چنانچہ روٹی اٹھا کر سائل کو دے دیا اور خود بغیر کھائے فقط پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ صبح سحری فقط پانی پی کر ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علیؓ نے کچھ کام کیا مگر اجرت اتنی ملی کہ پھر دونوں کیلئے فقط ایک روٹی۔ جب افطاری کا وقت قریب آیا تو پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ پتہ چلا کہ ایک یتیم سائل بن کر آیا ہے اور کچھ کھانے کیلئے مانگ رہا ہے۔ میاں بیوی نے سوچا کہ ہم آج پھر کھائے بغیر گزارہ کرلیں گے مگر یتیم کو انکار کرنا ٹھیک نہیں۔ چنانچہ روٹی یتیم کو دے دی گئی۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ سحری کے وقت بھی فقط پانی تھا۔ تیسرے دن حضرت علیؓ کچھ لے کر آئے وہ اتنا کہ میاں بیوی بمشکل افطار کر سکتے تھے۔ لیکن اس دن اسیر نے دستک دی اور سوال کیا گویا کہ تین دن متواتر بھوکا رہنے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اپنی حالت دگرگوں تھی۔ نقاہت بہت زیادہ تھی۔ بھوک کی شدت نے مضطرب کر دیا تھا۔ مگر اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی بھیج دینا ان کے نزدیک مناسب نہیں تھا، لہٰذا تیسرے دن بھی روٹی اٹھا کر سائل کو دے دی۔ اپنے اوپر تنگی برداشت کرلی مگر محبت الٰہی سے دل لبریز تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر جان دینا بھی آسان تھا یہ تو پھر بھی روٹی کی بات تھی۔ عشاق کی زندگیوں کا ایک نمایاں پہلو یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

سجدہ میں محبوب نے پیار لے لیا

حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی ایک بہت بڑے شیخ تھے ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے گئے، حضرت نے فرمایا اشرف علی جب سجدہ کرتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے میرا پیار لے لیا ہو اور اشرف علی جب قرآن پڑھتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے پروردگار سے ہم کلامی کر رہا ہوں اور مجھے اتنا مزہ آتا ہے کہ جنت

میں اگر کچھ حوریں میرے پاس آئیں تو میں ان سے کہوں گا بی بی! مجھے تھوڑا سا قرآن سنا دو۔ سبحان اللہ۔

مجھے میرا محبوب بچائے گا

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں ایک کافر نے دیکھا کہ تلوار لٹک رہی ہے اور آپ ﷺ آرام فرما رہے ہیں، اس نے سوچا کہ اچھا موقع، کچھ کام کر دکھاؤں، اس نے آگے بڑھ کا تلوار کو ہاتھ میں لے لیا، اسی دوران نبی علیہ السلام بیدار ہو گئے تو وہ پوچھتا ہے "من یمنعك منی یامحمد" (اے محمد! اب آپ کو مجھ سے کون بچائیگا؟)۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اللہ، اس اللہ کے لفظ میں کوئی ایسی تاثیر تھی کہ اس کافر کے دل پر ایک ہیبت طاری ہوئی، اتنا کانپا کے اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، آپ ﷺ نے تلوار لی، فرمایا: "من یمنعک منی" اب تجھے مجھ سے کون بچائیگا؟۔

وہ کافر منتیں کرنے لگا کہ آپ تو کریم ہیں، آپ تو بڑے اچھے ہیں، فلاں ہیں، فلاں ہیں، آپ مجھے معاف فرما دیجئے، آپ ﷺ نے اپنے رحمۃ اللعالمین ہونے کا ثبوت دیا کہ اچھا تو ایسے سخی سے معافی مانگ رہا ہے جسے رحمۃ اللعالمین کہا گیا، فرمایا، جا تجھے میں نے معاف کر دیا، کہنے لگا حضور ﷺ آپ نے مجھے معاف فرما دیا اور ذرا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ مجھے اللہ تعالیٰ بھی معاف فرما دیں، میں آج سے آپ کے غلاموں میں شامل ہوتا ہوں۔

محبوب کی حفاظت دشمن کی گود میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدے پر بھروسہ کر لیا، نتیجہ کیا ہوا؟ ذرا یہ واقعہ مختصر سا سن لیجئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ، فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی

الیَـمِّ ‘‘(ہم نے وحی کی موسیٰ) کی والدہ کو کہ آپ اس بچے کو دودھ پلایئے اور اگر اس کے بارے میں ڈر لگ جائے (فرعون کے سپاہی کہیں پکڑ کے نہ لے جائیں اور ذبح نہ کر دیں) تو اس کو پھر پانی میں ڈال دینا) اور ارشاد فرمایا: ’’فَالْقِهِ الیَمِّ بِالسَّاحِلِ فَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لَـهُ ‘‘(پھر اس کا وہ تابوت ساحل پر آ لگے اس کو وہ پکڑے گا جو میرا بھی دشمن بھی اس کا دشمن ہے۔

اب بتایئے کہ عقل سے پوچھیں عقل چیخے گی، چلائے گی، اور کہے گی پروردگار آپ نے حفاظت بھی کرنی ہے تو یہ بچہ ان سپاہیوں کو نظر ہی نہ آئے، وہ سپاہی ادھر آ ہی نہ سکیں، مجھے فرمادیں میں کہیں غار میں چھپا آتی ہوں، چھت پر لٹا دیتی ہوں، رب کریم یہ کیا بات ہے کہ اس کو دریا میں ڈالیں، بچہ ہے تابوت بنا کے ڈالنا پڑے گا۔ تابوت میں ڈالیں تو پانی بھرنے کا اندیشہ اور اگر پانی سے بچانے کیلئے واٹر ٹائٹ بنائیں تو ہوا بھی بند ہو جائے گی، ہوا بند ہونے سے مرے گا۔ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا کریں؟ ہوا کیلئے سوارخ رکھیں تو اپنی جانے خطرہ اور پانی سے بچانے کی کوشش کریں تو ہوا بند ہونے کا خطرہ، عقل کہتی ہے کہ یہ بچہ بچتا نہیں ہے، مگر رب کریم فرماتے ہیں۔ ’’وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ‘‘(تم نے خوف بھی نہیں کھایا اور تم نے ڈرنا بھی نہیں ہے، ہم اسے لوٹائیں گے تمہارے پاس اور ہم نے تو اسے رسولوں میں بنانا ہے۔)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس بات پر یقین کر لیا چنانچہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا، اس کو فرعون کے کارندوں نے پکڑ لیا، اب جب کھول کے دیکھا تو اس میں بچہ تھا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ ’’وَالْقَیْتُ عَلَیْكَ مُحَبَّةً مِّنِّیْ ‘‘(ہم آپ پر محبت ڈال دی)

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں اتنی دل کش تھیں، جاذب تھیں کہ جیسے ہی فرعون اور اس کی بیوی نے دیکھا تو وہ اپنا دل دے بیٹھے، فرعون کی بیوی کہنے لگی:

’’لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ یَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ ‘‘(تم نے اسے قتل نہیں کرنا، ہم اس کو

اپنا بیٹا بنائیں گے ہمیں نفع ہوگا۔)

فرعون کہنے لگا، ٹھیک ہے۔ لہٰذا شاہی فرمان جاری ہوئے کہ ہم نے اسے بیٹا بنالیا ، ہزاروں بچوں کو ذبح کروانے والا اپنا دل دے بیٹھا ہے کہتا ہے ٹھیک ہے، اسے قتل نہیں کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ '' (ہم نے ان پر باقی عورتوں کے دودھ کو حرام کردیا،)

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام دودھ نہیں پیتے تو فرعون خود پریشان ہوتا ہے کہ بچہ دودھ نہیں پیتا، کیا بنے گا؟ چنانچہ عورتوں کا بلوایا، جوعورت آتی ہے بچہ دودھ نہیں پیتا، اسی حال میں رات گزر گئی۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی حالت بھی عجیب تھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا''

(وہ تو اپنی بات کا اظہار کرہی بیٹھتی اگر ہم نے اس کے دل پر گرہ نہ ڈال دی ہوتی)

بیچاری روبیٹھی، آخر ماں تھی، رات گزرگئی سوچتی تھی کہ کیا پتہ میرا بیٹا کس حال میں ہے؟ رورہا ہے یا خوش ہے، جاگ رہا ہے یا سویا ہوا ہے، کس کے ہاتھ میں ہے، کس کے ہاتھ میں نہیں ، ماں تھی، ان کے خیالات نے بہت پریشان کیا ہوا تھا، چنانچہ مضطرب ہوکراپنی بیٹی سے کہا جاؤ ذرا بھائی کی خبرلاؤ، وہ بھاگی گئی، جاکر منظر دیکھتی ہے کہ بہت ساری عورتیں دودھ پلانے آرہی ہیں مگر وہ بچہ کسی کا دودھ نہیں پیتا، وہ آگے بڑھی اور فرعون سے کہا:

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ الْبَيْتِ يَكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نَاصِحُوْنَ

(میں تمہیں بتاؤں ایسے گھر والوں کے بارے میں جو اسے دودھ بھی پلائیں گے اوراس کے بڑے خیرخواہ ہونگے۔)

مفسرین لکھا ہے کہ فرعون کو بات کھٹکی کہنے لگا کون ہے جو اس کے بڑے خیرخواہ

ہو نگے ،وہ بھی نبی کی بہن تھی کہنے لگی ،ہم آپ کی رعایا ہیں ،اگر ہم آپ کی رعایا ہیں ،اگر ہم آپ کی خیر خواہی نہیں کریں تو کون کریگا ،فرعون کہنے لگا ،بات سمجھ میں آ گئی اچھا لے آؤ ، چنانچہ بہن آئی اور والدہ کو لے گئی ،انہوں نے دودھ پلایا ،جب بچے نے دودھ پی لیا تو فرعون بہت خوش ہوا ،کہنے لگا ،بی بی اس بچے کو اپنے گھر لے جاؤ وہاں جا کر اسے دودھ پلانا اور دودھ پلانے کی تنخواہ ہم اپنے خزانے سے بھیج دیا کریں گے ،کریم فرماتے ہیں۔

فَرَدَدْنَاهُ اِلٰی اُمِّہٖ اَکَیْ تَقَرَّ عَیْنُھَا وَلَا تَحْزَنْ وَلِتَعْلَمْ اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ "

(اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہو اور وہ جان لے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔لیکن اکثر لوگ جانتے ہیں ،لیکن اکثر نہیں جانتے)۔

دیکھا اللہ رب العزت کے وعدے کیسے سچے ہیں۔اس لئے فرمایا:۔"ومن اصدق الله قیلا "(اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچی بات کرنے والا) سبحان اللہ۔اللہ اسطرح اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

راہِ عشق ووفا میں دھوکا بھی گوارا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ اپنے غلاموں میں سے کسی اچھے انداز سے نماز پڑھتے دیکھتے تو وہ اس غلام کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔جب آہستہ آہستہ غلاموں کو پتہ چلا تو ہر غلام نے یہی وطیرہ اپنا لیا۔غلام اچھی طرح نماز پڑھ کر دکھا دیتے اور وہ انہیں آزاد کر دیتے ،کسی نے کہا حضرت ! آپ کے غلام ریا کاری کرتے ہیں وہ تو آپ کے سامنے بنا سنوار کر نماز پڑھ کر دکھا دیتے ہیں اور آپ ان کو آزاد کر دیتے ہیں ،وہ تو آپ کو اس طرح دھوکا دیتے ہیں اس پر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں اللہ کی محبت میں سچا کیسے ہو سکتا ہوں ،جب تک کہ اس کی محبت میں دھوکا نہ

کھاؤں۔

عشق الٰہی کے تین امتحان

عشق الٰہی کے میدان میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے راسخ قدم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو آزمایا تو وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا

"وَاِذَا بْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ" (سورۃ البقرہ:۱۲۴)

(اور یاد کر اس وقت کو جب آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے فرمایا چند باتوں میں اور وہ اس میں کامیاب ہوا۔ ہمارے حضرت مرشد عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فاتمھن کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں cent per cen (سو فیصد) کامیاب ہوئے۔ اب آپ کی خدمت میں ان چند باتوں کی تفصیل کرتا ہوں۔

﴿۱﴾ بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

کتابوں میں لکھا ہے:

اوحی اللہ تعالی الی نبیہ ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یاابراھیم انک لی خلیل فاحذر ان اطلع علی قبلک فاجد مشغولا بغیری فیقطع حبک منی فانی انما انما اختار لحبی من لو احرقتہ لم یلتفت قلبہ عنی

(اللہ رب العزت نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ اے ابراہیم! آپ میرے خلیل ہیں، اس بات سے پرہیز کرنا کہ میں آپ کے قلب کو کسی غیر کے ساتھ مشغول پاؤں، اس لئے کہ جس کو میں اپنی محبت کیلئے چن لیتا ہوں تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر اس کو آگ بھی جلا دے تو بھی اس قلب میری طرف سے دوسری طرف

متوجہ نہیں ہوتا) چنانچہ زندگی میں وہ وقت بھی آیا جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈال دینے کا حکم دیا۔ تفاسیر میں اس آگ کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ان لکڑیوں کو ایک ہی وقت میں آگ لگائی گئی۔ جب ساری لکڑیاں جلنے لگیں تو نمرود اس سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں کیسے ڈالا جائے۔ بالآخر شیطان نمرود کے پاس آیا اور اس نے سمجھایا کہ ایک جھولا بنا لیجئے اور اس میں بٹھا کر ان کو آگ میں پھینک دیجئے، اس طرح یہ آگ کے وسط میں جا کر گریں گے، چنانچہ اس نے جھولا بنوالیا اور آپ کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینک دیا گیا۔

ابھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھولا ہوا میں ہی تھا کہ فرشتے تعجب سے کہنے لگے ، اے اللہ ابراہیم کے دل میں آپ کتنی محبت ہے۔ آپ کی محبت کی وجہ سے آگ میں ڈالے جارہے ہیں، انہوں نے اسباب کی پرواہ نہیں کی۔ اے اللہ ان کی مدد فرما دیجئے، مگر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا ''تم لوگ ان کے پاس چلے جاؤ اور اپنی مدد پیش کر لو، پھر میرا خلیل قبول کرلے تو تم مدد کر دینا، ورنہ خلیل جانے اور خلیل کا رب جلیل جانے ، کیونکہ یہ میرا اور میرے خلیل کا معاملہ ہے''۔

چنانچہ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ کر مدد کی پیش کش کی مگر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بات سن کر فرمایا ''لَا حَاجَةَ لِیْ اِلَیْکُمْ'' (مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں)۔

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور امداد پیش کی ،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، اے جبرائیل ! کیا آپ اپنی مرضی سے آئے ہیں یا رب العزت نے بھیجا ہے؟ جبرائیل نے عرض کیا کہ میں تو آیا ہوں اللہ کی مرضی سے ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ اگر مدد قبول کریں تو مدد کر دینا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: نہیں جب میرے اللہ کو پتہ ہے تو پھر مجھے یہی کافی ہے کہ پروردگار جانتا ہے کہ ابراہیم کس حال میں ہے، میرا مالک اور محبوب جانتا ہے کہ مجھے اس کے نام پر آگ میں ڈالا جا رہا

ہے لہٰذا میں جانا ہی پسند کروں گا۔

جب فرشتے واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آگ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ﴿یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ "﴾ (انبیاء:٦٩) ...... (اے آگ! میرے ابراہیم پر سلامتی والی ٹھنڈک والی بن جا) اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے آگ کو گلزار بنا دیا۔

﴿۲﴾ بے آب وگیاہ وادی میں

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوگئی تو اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا: ''اے میرے پیارے خلیل آپ اپنی بیوی کو بے برگ و گیاہ وادی کے اندر چھوڑ آیئے'' ...... چنانچہ آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے قریب جہاں پانی اور سبزہ کا نام ونشان بھی نہیں تھا، چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی بات بھی نہیں کرتے اور پھر واپس ملک شام جانے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں ...... یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، ذرا تصور کر کے دیکھئے کہ اپنی بیوی کو اکیلے مکان میں چھوڑ کر آنے کیلئے بندے کا دل آمادہ نہیں ہوتا حالانکہ شہر کے اندر ہوتا ہے۔ پھر اپنی بیوی اور بچے کو ایسے ویرانہ میں چھوڑ دینا جہاں پینے کو پانی بھی نہ ملے اور ہر طرف پتھر ہی پتھر نظر آئیں، کتنی بڑی آزمائش ہے ...... جب اللہ کے حکم سے ان کو چھوڑ کر واپس آنے لگے تو بیوی نے پوچھا، آپ ہمیں یہاں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہیں ؟ مگر پھر بھی آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا وہ بھی آخر نبیؑ کی صحبت یافتہ تھیں چنانچہ تیسری بار پوچھنے لگیں، کیا آپ ہمیں اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں، آپ نے جواب دینے کی بجائے سر ہلا دیا کہ ہاں میں اللہ کے حکم سے آپ کو یہاں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب اس نیک بیوی نے یہ سنا تو کہنے لگیں، اگر آپ ہمیں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔ پھر آپؑ اپنی بیوی کو چھوڑ کر وہاں سے واپس شام چلے گئے۔

﴿۳۰﴾ سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی

اپنی جان دینا آسان ہوتا ہے لیکن اپنے سامنے بچے کو مرتے دیکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔ اسی لئے تو بچے کو بچانے کیلئے ماں باپ آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں مارو پھر بچے کو ہاتھ لگانا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالے جانے والا امتحان ایک درجہ پیچھے تھا اور اولاد کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا اس سے بھی ایک درجہ آگے تھا۔...... حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو ملنے کیلئے ملک شام سے مکہ مکرمہ آئے، آپؑ نے آٹھ ذوالحجہ کی رات کو خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں۔ آپ صبح اٹھے تو سوچنے لگے کہ شاید قربانی مطلوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ستر اونٹ اللہ کے راستے میں قربان کر دیئے۔ پھر نویں کی شب کو پھر وہی خواب دیکھا۔ چنانچہ دوسرے دن بھی ستر اونٹ قربان کر دیئے۔ لیکن دسویں کی رات کو پھر وہی خواب دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کر رہا ہوں جب تیسری بار یہی خواب دیکھا تو واضح طور پر سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے بیٹے کی قربانی مطلوب ہے۔ چنانچہ آپؑ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب میں نے اپنے سات سالہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کو پیار کیا اور کہا بیٹا! میرے ساتھ چلو۔ بیوی نے پوچھا، کہاں؟ آپؑ نے فرمایا: کسی بڑے کی ملاقات کرنی ہے...... نام نہ بتایا کیونکہ وہ بالآخر ماں ہے، ممکن ہے کہ قربانی کا نام سن کر اس کا دل پسیج جائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو آجائیں اور صبر و ضبط میں کچھ فرق پڑ جائے، چنانچہ موٹی سے بات کر دی کہ کسی بڑے کی ملاقات کیلئے جانا ہے۔ بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہلا دیا، سر پر تیل بھی لگایا اور کنگھی بھی کر دی۔ لیکن ان کو معلوم نہیں تھا کہ آج میرا بیٹا کس آزمائش میں جا رہا ہے۔ البتہ روانہ ہوتے وقت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو کہہ دیا، بیٹا! ایک رسی اا ور چھری بھی لے لو۔ اس نے پوچھا

، ابا جان ! رسی اور چھری کس لئے لینی ہے؟ فرمایا: بیٹا ! جب بڑے سے ملاقات ہوتی ہے تو پھر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں ، بیٹا سمجھا کہ شاید کسی جانور کو قربان کریں گے ۔ یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لختِ جگر کو قربان کرنے کیلئے گھر سے چل پڑے ۔

جب وہ اپنے گھر سے چلے گئے تو پیچھے ملعون بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہنے لگا ، تجھے پتہ بھی ہے کہ آج تیرے بیٹے کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے پوچھا کیا ؟ وہ کہنے لگا تیرا خاوند تیرے بیٹے کو ذبح کر دے گا ۔ انہوں نے کہا بوڑھے ! تیری عقل چلی گئی کبھی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے ۔؟ وہ کہنے لگا ہاں ، ان کو اللہ کا حکم ہوا ہے ، جب اس نے یہ کہا کہ ہاں ان کو اللہ کے کا حکم ہوا ہے تو بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ، اگر اللہ کا حکم ہوا ہے تو میرے بیٹے کو قربان ہونے دو کیونکہ میرے بارے میں اللہ کا حکم ہوتا تو میں بھی اس کے رستے میں قربان ہونے کو تیار ہو جاتی ۔

جب شیطان کا بی بی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کوئی بس نہ چلا تو وہ راستے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے پوچھا ، سناؤ ! تم کہاں جا رہے ہو ؟ آپ نے فرمایا ، کس بڑے کی ملاقات کیلئے جا رہا ہوں ، وہ کہنے لگا ہر گز نہیں ، تجھے ذبح کر دیا جائے گا ، انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے ، کوئی باپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہے کہنے ہاں اللہ کے حکم ہے ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے اگر اللہ کا حکم ہے تو میں حاضر ہوں ، چنانچہ شیطان پھر نا کام ہوا ۔

پھر راستے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹے کو کیوں ذبح کر رہے ہو ، کبھی خواب کے پیچھے بھی کوئی اپنی اولاد ذبح کرتا ہے ، دیکھئے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا لیکن آج تک اس کا نام رسوائے زمانہ مشہور ہے ، اگر آپ بھی اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں گے ، تو کہیں آپ کا نام بھی ایسے ہی برا نہ مشہور ہو جائے ، لہٰذا ایسا کام ہر گز نہ کرنا ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ، ارے بد بخت ! معلوم ہوتا ہے کہ تو شیطان ہے ، قابیل نے تو اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے بندے کو مارا تھا اور میں تو رحمانی

خواب کو پورا کرنے کیلئے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے خواب کا اس کے عمل کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ قابیل تو عورت کا وصل چاہتا تھا، اور میں پاک پروردگار کا وصل چاہتا ہوں، لہٰذا میں آج اپنے بیٹے کی قربانی دے کے دکھاؤں گا۔ ..... اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگے بڑھے تو شیطان آ کر راستے میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا، میں نہیں جانے دیتا۔ اس وقت انہوں نے سات کنکریاں اٹھا کے شیطان کو ماریں اور اللہ تعالیٰ نے وہاں سے شیطان کو بھگا دیا۔ جہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کنکریاں ماریں اس جگہ نام جمرۂ اولیٰ پڑ گیا۔ پھر دوسری جگہ پر جا کر راستہ روکا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں بھی اس کی رمی جاری کی۔ شیطان پھر بھاگ گیا۔ اس جگہ کا نام جمرۂ وسطی پر گیا۔ پھر تیسری جگہ بھی اس کو کنکریاں ماری اور اس جگہ کا نام عقبہ پڑ گیا۔ ..... جمرۂ عقبہ سے آگے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا، ابا جان آپ نے فرمایا کہ بڑے کیلئے جانا ہے بتائیے کہ اس بڑ کی ملاقات کب ہوگی۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ساری بات بتائی۔ ﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى '' ..... ﴾ (اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟) (الصّٰفّٰت :۱۰۲) بیٹا بھی جد الانبیاء کے گھر کا چشم و چراغ تھا اور بعد میں منصب رسالت پر فائز ہونے والا تھا، اسلئے کم سنی کے باوجود سر تسلیم خم کرتے ہوئے نہایت ادب سے عرض کرنے لگے۔

''يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ''

(اے ابا جان! کر گزریئے جس بات کا آپ کا حکم ہوا ہے، آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے) (الصّٰفّٰت)

سبحان اللہ۔ جب باپ کا دل میں محبت الٰہی کا جذبہ موجزن ہوتا ہے تو پھر گھر کے دوسرے افراد کے اندر بھی اس کے نمونے نظر آتے ہیں ..... جب بیٹے نے یہ جواب دیا

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے، یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے۔ ...... ''ابا جان میں آپ سے چار باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرے بیٹے تم مجھے بتاؤ کہ تم اس وقت مجھے کیا کہنا چاہتے ہو؟ عرض کیا ابا جان! پہلی بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ چھری کو اچھی طرح تیز کر لیجئے، ایسا نہ ہو کہ چھری کند ہو اور مجھے ذبح کرنے میں زیادہ وقت لگ جائے۔ میں نے جب اللہ کے نام پر ہی جان دینی ہے۔ تو چھری تیز ہونے کی وجہ سے میری جان نکلے گی اور میں اللہ سے واصل ہو جاؤں گا۔

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری اور تیز کر لی اور پوچھا بیٹا! دوسری بات کونسی ہے بیٹے نے عرض کیا ابا جان میں چھوٹا ہوں، آپ مجھے رسی سے باندھ دیجئے۔''

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو رسی باندھ دیا اور پوچھا بیٹا تیسری بات کون سی ہے؟ بیٹے نے عرض یا: 'ابا جان اجب آپ مجھے ذبح کریں گے تو آپ میرا چہرہ اوپر آسمان کی طرف نہ کرنا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے سجدے کی حالت میں موت آئے ویسے بھی جب آپ کی طرف پیٹھ ہو گی تو آپ کے دل میں محبت پدری بھی جوش نہیں مارے گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، بیٹا میں یہ بھی کر دوں گا۔ آپ اور اب کیا چاہتے ہیں۔ عرض کیا۔ ابا جان آپ مجھے ذبح کر چکیں تو آپ میرے کپڑے میری والدہ کو دکھا دینا اور کہنا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے نام پر کامیاب ہو گیا ہے۔'' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی چوتھی بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام رو پڑے اور اللہ رب العزت سے فریاد کی۔ اے اللہ! آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد دی اور اب میں معصوم بچے کی قربانی مانگتے ہیں۔ اے اللہ! خلیل پر رحم فرمانا اور اس بچے پر بھی رحم فرما جو قربانی کیلئے تیار ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اوندھے منہ لٹا کر

ان کے گلے پر چھری رکھ دی۔ وہ ان کو ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر چھری ان کو ذبح نہیں کرتی۔ اللہ رب العزت نے جبرائیل علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ ......
اے جبرائیل علیہ السلام جاؤ اور چھری کو تھام لو اور اگر رگوں میں سے کوئی رگ کٹ گئی تو فرشتوں کے دفتر سے تمہارا نام نکل جائے گا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر چھری کو تھام لیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری چلانے کی پھر کوشش کرتے ہیں لیکن چھری نہیں چلتی۔ پھر اپنا پورا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔ مگر چھری نے بچے کو پھر بھی ذبح نہیں کیا چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام غصے میں آ کر چھری سے کہتے ہیں، اے چھری تو کیوں نہیں چلتی؟ .... چھری نے جواب میں پوچھا: ...... اے ابراہیم خلیل اللہ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو آپ کو آگ نے کیوں نہیں جلایا تھا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نے فرمایا:

”آگ کو اللہ کا حکم تھا کہ میرے ابراہیم کو نہیں جلانا۔ پھر چھری کہنے لگی،” اے ابراہیم خلیل اللہ آپ مجھے ایک مرتبہ کہتے ہیں کہ گلے کاٹو اور اللہ تعالیٰ مجھے ستر مرتبہ کہہ رہے ہیں کہ ہرگز نہیں کاٹنا۔، اب بتائیں کہ میں گلا کیسے کاٹ سکتی ہوں۔“ اللہ رب العزت کی شان دیکھئے کہ اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ بچا لیا اور ان کی بجائے مینڈھا قربان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے ان کے بیٹے کو محفوظ بھی فرما لیا اور فرمایا

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾ (اس کی جگہ ہم نے ایک بڑی قربانی دے دی۔)

(الصفت)

مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عظیم کا لفظ اس لئے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیشانی دو نبوتوں کا نور تھا۔ ایک اپنی نبوت کا اور ایک سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾ (الصفت)

(بے شک یہ بہت بڑی آزمائش تھی)

پھر فرمایا: سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ (الصفت ۱۰۹)

(اے ابراہیم! تجھ پر سلامتی ہو)

یعنی اے ابراہیم تجھے شاباش ہو۔ ابراہیم تو جیتا رہے کہ تو نے ایسی قربانی کر کے دکھائی۔

اللہ رب العزت نے اپنے خلیل کی اتنی حوصلہ افزائی کی کہ فرمایا:'' ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ (الصفت)

(اور ہم نے آنے والوں میں اس عمل کو جاری کر دیا۔)

یعنی اے ابراہیم! ہمیں تیرا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ ہم تیرے اس عمل کو قیامت تک سنت بنا کر جاری کر دیں گے۔ دیکھئے جو عشق حقیقی میں کامیاب ہوتے ہیں اللہ رب العزت کی طرف سے ان کو یوں عزتیں ملتی ہیں۔ آج بھی ایمان والوں کی زندگیوں میں محبت الٰہی کے آثار نظر آتے ہیں۔ کتنی مائیں ہیں جو آج کے دور میں بھی اپنے بیٹوں کو دین اسلام کی سربلندی کیلئے میدان جہاد میں بھیجتی ہیں اور کہتی ہیں کہ جایئے اور اپنی جان قربان کر دیجئے۔

آج بھی گر ہو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حضرت معروف کرخی پر محبت الٰہی

کتابوں میں لکھا ہے سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خواب دیکھا اور انہیں قیامت کا منظر دکھایا گیا، انہوں نے دیکھا کہ قیامت کا دن ہے، لوگ اللہ رب العزت کے حضور کھڑے ہیں۔ اور ان میں ایک آدمی ہے جو اللہ کی محبت میں مست ہے اور دیوانہ اور دیوانوں کی طرح اللہ رب العزت کی یاد میں لگا ہوا ہے، پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا، اہل موقف اے یہاں کھڑے ہونے والے لوگو تم

اس بندے کو حیران ہو کر دیکھ رہے ہو، یہ میرا بندہ معروف کرخی ہے، اس پر میری محبت کا جذبہ طاری اہے، اس کو اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک میرا دیدار نہیں کر لے گا، لہٰذا اللہ رب العزت انکو اپنا دیدار فرمائیں گے۔ اتب ان کے جسم میں سکون پیدا ہوگا۔

محبت الٰہی کی پہچان

ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں ایک باندی خرید کر لایا۔ دیکھنے میں وہ کمزور سی تھی بیمار سی لگتی تھی۔ سارا دن اس نے گھر کے کام کیے اور عشاء کے بعد مجھ سے پوچھنے لگی کہ کوئی اور کام بھی میرے ذمہ ہے۔ میں نے کہا جاؤ آرام کرلو۔ اس نے وضو کیا اور مصلیٰ پر آ گئی اور مصلے پر آ کر اس نے نفلیں پڑھنی شروع کردیں کہنے لگے۔ میں سو گیا۔ تہجد کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی مناجات کر رہی تھی اور مناجات میں یہ کہہ رہی تھی کہ اے اللہ آپکو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! آپ میری یہ بات پوری فرما دیجئے، کہتے ہیں کہ جب میں نے سنا تو میں نے اس کو ٹوکا اور کہا، اے لڑکی، یہ نہ کہہ کہ اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، بلکہ یوں کہہ کہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم فرماتے ہیں، کہ جب اس نے یہ سنا تو وہ ناراض ہونے لگ گئی، بگڑ گئی اور کہنے لگی میرے مالک بات یہ ہے کہ اگر اللہ رب العزت کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو یوں وہ مجھ کو مصلے پر نہ بٹھاتا اور آپ ساری رات میٹھی نیند سلاتا۔ آپ جو میٹھی نیند سلا دیا اور مجھے مصلے پر بٹھا کر جگا دیا، میرے ساتھ کوئی تعلق تو ہے کہ مجھے جگایا ہوا ہے۔ سبحان اللہ ایک وہ وقت تھا کہ تہجد کے وقت اپنے رب کے سامنے یوں اپنے تعلق کے واسطے دیا کرتے تھے، اے اللہ آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم، واقعی اللہ رب العزت کو ان سے محبت ہوتی تھی اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی تھی۔

اللہ ...... اللہ ...... اللہ

مناجات

دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پرنور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے
یہ گوشہ نور سے پرنور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
مرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
نہ دل مائل ہو میرا انکی جانب
جنہیں تیری عطا مغرور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اسکو بے مقدور کر دے



مناجات

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے

بدل دے دل کی دنیا دل بدل دے
خدایا فضل فرما دل بدل دے

گنہگاری میں کب تک عمر کاٹوں
بدل دے میرا رستہ دل بدل دے

سنوں میں نام تیرا دھڑکنوں میں
مزہ آ جائے مولیٰ دل بدل دے

کروں قربان اپنی ساری خوشیاں
تو اپنا غم عطا کر دل بدل دے

ہٹالوں آنکھ اپنی ماسویٰ سے
جیوں میں تیری خاطر دل بدل دے

پڑا ہوں تیرے در پر دل شکستہ
رہوں کیوں دل شکستہ دل بدل دے

ترا ہو جاؤں اتنی آرزو ہے
بس اتنی ہے تمنا دل بدل دے

میری فریاد سن لے میرے مولیٰ
بنا لے اپنا بندہ دل بدل دے

ہوا و حرص والا دل بدل دے
میرا غفلت میں ڈوبا دل بدل دے



مناجات

اک نشہ سا ہے جو چھائے ہے تیرے نام کے ساتھ
اک تسلی سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
عنبر و عودلٹائے ہے تیری یاد جمیل
ایک خوشبو سی بھی آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
گویا کونین کی دولت کو سمیٹا اس نے
دل کی دنیا جو بسائے ہے تیرے نام کے ساتھ
ہے تیرا ذکر حلاوت میں کچھ ایسا کہ زبان
ایک نیا ذائقہ پائے ہے تیرے نام کے ساتھ
دل تڑپتا ہے سنے جب بھی تیرانام کہیں
آنکھ بھی اشک بہائے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب کیا عشق الٰہی کا اثر ہوتا ہے
روح بھی وجد میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
حشر کیا ہوگا بھلا ان کا تیری دید کے دن
جن کا دل جوش میں آئے ہے تیرے نام کے ساتھ
خوب جی بھر کے جو کرتا ہے تیراذکر فقیر
دل کی ظلمت کو مٹائے ہے تیرے نام کے ساتھ



مناجات

کس سے مانگیں کہاں جائیں' کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے
سب کا داتا ہے تو' سب کو دیتا ہے تو' تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے
کون مقبول ہے' کون مردود ہے' بے خبر! کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر' تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے
کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی' کس کے ہاتھوں میں کنجی ہے مقسوم کی
رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا' مسند آرائے بزم عطا کون ہے
اولیاء تیرے محتاج اے رب کل! تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل
ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تیری' ان کی پہچان تیرے سوا کون ہے
میرا مالک میری سن رہا ہے فغاں' جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں
اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو' نامہ بر کیا بلا ہے' صبا کون ہے
ابتدا بھی وہی' انتہا بھی وہی' ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی
جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما اس احد کے سوا دوسرا کون ہے
وہ حقائق ہوں اشیاء کے یا خشک و تر' فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب مگر
ماسوا ایک اس ذات بے رنگ کے' فہم و ادراک سے ماوری کون ہے
انبیاء اولیا اہلِ بیت نبی' تابعین رحمۃ اللہ علیہ وصحابہؓ پہ جب آ بنی
گر کے سجدے میں سب نے یہی عرض کی' تو نہیں ہے تو مشکل کشا کون ہے
اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے' کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیر! اس کو تو فضل باری سمجھ' ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے



مناجات

میرادل مچل رہا ہے تیری یاد میں الٰہی !
تیرے نام نے تو دل میں اک آگ ہے لگائی
تیرا در تو تیرا در ہے' تیرے در کے اک گدا نے
دنیا دوں کی عظمت میرے دل سے ہے مٹائی
میں تیری نوازشوں پر حیران ہو رہا ہوں
قاری نے مجھ سورت رحمٰن ہے سنائی
تیرے حسن پر میں قرباں' تیری نیم سی نگاہ نے
میرے دل کی اجڑی بستی اک پل میں ہے بسائی
تیرے عاشقوں میں جینا' تیرے سنگِ در پہ مرنا
میں یہی سمجھ رہا ہوں تیرے در کی ہے رسائی
میری زندگی کا حاصل تیری یاد بن گئی ہے
تیرے وصل کی تمنا میرے دل میں ہے سمائی
مجھے دردِ دل ملا ہے سن لو اے دنیا والو!
میں فقیر بے نوا ہوں مجھے مل گئی شاہی

